جامعہ حقانیہ کا ترجمان

# مجلہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

رمضان/شوال ۱۴۳۳ھ اگست/ستمبر ۲۰۱۲ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

# فہرست




خط و کتابت کیلئے : دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048–6786002/6786899

کلمۂ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

# رحمتوں کا مہینہ

بعد الحمد والصلوٰۃ:

رمضان المبارک کا مقدس ومبارک مہینہ ہمارے سروں پر جلوہ فگن ہے شعبان المعظم کے آخری روز حضور اکرم ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے وہ کتب حدیث میں تفصیلاً موجود ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے لوگو! تحقیق سایہ ڈالا تم پر ایک بڑے مہینے نے، برکت والے مہینے نے، وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات آتی ہے جو کہ ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کیے ہیں اور قیام تطوع قرار دیا ہے (تطوع کا لفظ سنت مؤکدہ پر بھی بولا جاتا ہے)۔۔۔۔۔ اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر ایسی چیز ہے کہ اس کا بدلہ جنت ہے'' الخ۔ (ملخصاً)

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تمہارے پاس رمضان آگیا ہے، مبارک مہینہ، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو طوق پہنائے جاتے ہیں۔ اللہ کی (بنائی ہوئی) اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا''۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات مبارکہ سے جہاں اس ماہِ مقدس کی

عظمت و برکت معلوم ہوری ہے وہیں اس میں مسلمانوں پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا بھی پتہ چل رہا ہے ۔

مادیت میں گھرے انسان کو اس کی انتہائی ضرورت تھی کہ اس کا رشتہ اپنے رب سے قائم ہو اور اس کی مردہ روح کو روحانی غذا اور ٹانک دے کر اسے زندہ کیا جائے ، روحانیت غالب ہو اور قوت بہیمیہ مغلوب ہو ، اس لئے حق تعالیٰ نے صوم کو فرض قرار دے دیا اور اس کی حکمت لعلکم تتقون (تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ) بیان فرمائی ، انسان چونکہ حق تعالیٰ کا بندہ ہے اور اس کی بندگی کا تقاضہ ہے کہ وہ اس کے ہر حکم کو بلاچوں وچرا تسلیم کرے اور اس کی رضا کی خاطر بجان ودل اسے بجالائے اس میں اسرار و حکمتیں تلاش نہ کرے اس لئے حکمتوں کے درپے نہیں ہونا چاہئے لیکن حق تعالیٰ کا کوئی حکم چونکہ حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا اس لئے اس کے ہر حکم میں بے شمار حکمتیں موجود ہیں بعض احکام کی حکمتوں کو انہوں نے خود ہی بتادیا ہے جیسا کہ روزہ کے بارہ میں لعلکم تتقون سے اس کی حکمت (اور فلاسفی) کو بیان فرمایا گیا ہے ، احکام کا مدار اگرچہ حکمت پر نہیں بلکہ علت پر ہوتا ہے لیکن ان احکام کو ایسے طریقہ سے بجالانا ضروری ہے کہ انسان ان کے فوائد سے بھی بہرہ ور ہو سکے ۔

بہرحال روزہ ایک ایسی عظیم الشان عبادت ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کی روحانیت بیدار اور دل حق تعالیٰ کی معرفت و محبت سے سرشار ہو جاتا ہے اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس عبادت کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر بجالائیں اور اس طرح اس عبادت کو سرانجام دیں کہ صحیح معنیٰ میں روزہ ادا ہو جائے محض روزہ کا جسم اور ڈھانچہ نہ بنے بلکہ اس کی جو حقیقی روح ہے وہ بھی اس میں پیدا ہو جائے

اس کے لیے اس حضرت انسان کو نفس امارہ سے مقابلہ کر کے تمام گناہوں کو چھوڑنا ہوگا اور جو گناہ ہو چکے ہیں ان سے سچی توبہ کرنی ہوگی اور روزہ کی حالت میں بطور خاص غیبت، بہتان، چغلی، جھوٹ وغیرہ سے، اسی طرح دل، کان، آنکھ، ہاتھ، قدم وغیرہ تمام اعضا کے گناہ سے بچنا ہوگا غرضیکہ ظاہر اور باطن کے گناہ کو ترک کئے بغیر روزہ کی اصل حقیقت اور اس کی روح کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ گناہوں کے خوگر اور عادی کے لئے گناہوں کو چھوڑنا اگرچہ مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس حقیقت پر غور کیا جائے کہ اصل دشمن شیطان کو اس ماہ مقدس میں پابند سلاسل کردیا گیا ہے اور حق تعالیٰ کی رحمتیں مغفرتیں موسلادھار بارش کی طرح برس رہی ہیں جو معمولی بہانہ پر انسان کو اپنے دامن میں لینے کیلئے تیار ہیں اس لئے اگر انسان ذرا ہمت سے کام لے تو نفس کا مقابلہ اس کیلئے کچھ بھی مشکل نہیں بطور خاص جبکہ اس کے نتیجہ میں حق تعالیٰ کا خاص الخاص قرب بھی حاصل ہوجائے تو بلاشبہ تمام مجاہدات اور ریاضتوں کے مقابلہ میں یہ سودا ستا ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اس ماہِ مقدس میں روزہ تراویح اور تلاوت کلام پاک کے اہتمام کے ساتھ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، صلوٰۃ التسبیح اور ذکر و اذکار کا نظم بھی ضرور بنالینا چاہئے اور کوشش ہو کہ کوئی لمحہ ضائع نہ جائے، کلمہ شریف لاالٰہ الا اللہ، استغفار، حق تعالیٰ سے جنت الفردوس کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنے کا اہتمام بھی رکھا جائے، ہو سکے تو بزرگوں کی صحبت میں ضرور بیٹھے یہ نہایت اکسیر ہے اگر اس کا موقع نہ ہو تو تلاوت کلام پاک کے بعد اپنے بزرگوں کے ملفوظات اور مواعظ کا

کچھ دیر روزانہ مطالعہ کرلیا جائے، آخری عشرہ میں اعتکاف مسنون کی بھی پوری کوشش کی جائے، الغرض جہاں تک ہو سکے اس ماہِ مقدس کی خوب قدر کرے کہ موسم بہار ہے جو قسمت والوں ہی کو نصیب ہوتا ہے، مسلمان خواتین وحضرات نے اگر یہ ایک مہینہ اس طریقہ سے گذار لیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ پھر اس کے اثرات پورے سال باقی رہیں گے، واللہ الموفق والمعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تمام مسلمانوں سے عموماً اور قارئین الحقانیہ سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ ماہِ مقدس کی مبارک ساعتوں میں اپنی ادعیہ صالحہ میں عام امت مسلمہ، اپنے وطن عزیز پاکستان کی حفاظت اور سلامتی کی دعا کے ساتھ احقر ناکارہ اس کے اہل خانہ اولاد اعزہ اقارب واساتذہ کرام، مشائخ عظام کیلئے فلاح دارین کی ضرور دعا فرماویں، جامعہ حقانیہ کی ترقی اور اپنے والدین کریمین کی مغفرت اور رفع درجات کیلئے خاص طور پر دعا کی درخواست ہے، احقر ناکارہ بھی سب کیلئے دعاگو ہے۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ ولوالدیہ

۲۰/۸/۳۳ھ

شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

# درس حدیث

## حدیث السنۃ: یوم عید الفطر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عید گاہ کو) عید الفطر کے دن اس وقت تک نہ جاتے جب تک چند چھوارے نہ کھا لیتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ان کو عدد طاق کی رعایت سے تناول فرماتے۔ (مثلاً تین، یا پانچ، یا سات)۔

## شرح

ظاہر حدیث یہ ہے کہ عید الفطر میں سنت یہ ہے کہ کوئی شخص عید گاہ کو بدوں کچھ کھائے نہ جائے، اور مستحب یہ ہے کہ چھوارے کھائے جائیں اور ان میں عدد طاق کی رعایت کی جائے۔ اس پر چند وجوہ سے کلام ہے۔

چھوارہ اور کھجور مدینہ والوں کے لئے سب چیزوں سے زیادہ آسان (اور سہل الحصول) ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی چیز کو پسند فرماتے تھے جو آسان (اور سہل الحصول) ہو۔ (اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن چند چھوارے نوش فرما کر نماز کو چلے جاتے)۔

## کھانے پینے میں تکلف خلاف سنت ہے

اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اس دن ناشتہ کے لیے تکلف کرنا خلاف سنت ہے، کیونکہ دل اسی میں مشغول رہے گا اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بڑی فکر آخرت کی تھی یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے منقول ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھروالوں سے فرمایاکرتے تھے کھانا ایسابناؤجوپیاجاسکے ایسانہ بناؤجسے کھانے (اورچبانے )کی ضرورت ہوکیونکہ کھانے اورپینے (کی مدت)میں اتنی اتنی آیتوں کافرق ہے (یعنی کھانے میں زیادہ دیرلگتی ہے جس سے تلاوت قرآن کاحرج ہوتاہے۔پینے میں زیادہ دیرنہیں لگتی )پس یہ حضرات دنیاکوبقدرضرورت ہی لیتے تھے۔

قوله فى الوجه الثانى منهاانه ايسرالاشياءعندهم الى قوله فماكانوارضوان الله عليهم ياخذون من الدنياالاقدرالضرورة ۔

## فائدہ

اس سنت پرسب سے زیادہ عمل حضرات صوفیاء کاہے وہ بھی دنیا بقدرضرورت ہی لتے ہیں۔اس میں تکلف نہیں کرتے جوآسانی سے بلامشقت وطلب میسرہوااسی پرقناعت کرتے ہیں۔

(رحمۃالقدوس شرح اردوبہجۃالنفوس ص۱۲۱حصہ دوم)

---

# اعلان داخلہ

## برائے شعبہ قرآن کریم ، درجہ کتب

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھامیں تمام درجات حفظ ، ناظرہ ، درس نظامی درجہ کتب کاداخلہ ۵/ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ سے شروع ہوگااورایک ہفتہ تک جاری رہے گا، ۱۵/شوال المکرم ۱۴۳۳ھ تک ان شاء اللہ تعالیٰ تمام شعبوں میں باقاعدہ تعلیم کاآغازکردیاجائے گا۔

مرسلہ : محمد صدیق عفا اللہ عنہ

# ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بقلم : حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح : مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

ایک صاحب زیارت کے لئے آئے اور دو زانو بیٹھ گئے، اس پر فرمایا تکلف کی ضرورت نہیں ،آرام سے بیٹھئے۔ یہ طالب علموں کی مجلس ہے کسی درویش یا عالم کی مجلس نہیں کہ اس قدر تکلف کو کام میں لایا جائے۔

ایک صاحب مجلس میں ہاتھ باندھے ہوئے بیٹھے تھے۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اس خاص نشست میں کیا مصلحت ہے ؟ ایسی باتوں سے دوسروں پر بار پڑتا ہے لوگ عقیدت ظاہر کرنے کے لیے اس قسم کی لغو باتیں کرتے ہیں ان تکلفات نے ناس کر دیا ہے۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ کوئی ان باتوں پر روک ٹوک نہیں کرتا، کہیں ان پر دارو گیر نہیں ہوتی۔ آج کل تو اہل حق کی حالت بھی بہت ابتر ہو رہی ہے۔ ایک شیخ کا واقعہ سن کر حیرت ہوئی کہ ان کے کسی معتقد نے جوش عقیدت میں ان کے پاؤں چوم لیے تو وہ حاضرین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں دیکھو اعتقاد و محبت اس کو کہتے ہیں۔ بجائے ممانعت کے یہ فرمایا۔ ان تکلفات کو رواج دیا جاتا ہے۔ لوگوں میں اعتدال بالکل نہیں ہے ہر چیز میں حدود سے باہر ہو جاتے ہیں اگر ادب کرتے ہیں تو اتنا کہ وہ تکلف ہو جاتا ہے ،اور بے تکلفی کرتے ہیں تو اتنی کہ بے ادبی بن جاتی ہے ۔غرض یا افراط ہے یا تفریط۔ اعتدال عنقا ہے۔ حالانکہ ہر شے میں حدود و قیود کی رعایت ضروری ہے تاکہ اعتدال قائم رہے۔

فرمایا سفر کے لیے اسٹیشن پروقت سے پہلے پہنچنا اچھا اور احوط ہے۔ گو وہاں انتظار میں بیٹھنا ہی پڑے اسی میں راحت ہوتی ہے۔ دیر کرکے جانے میں بعض اوقات عوارض کے پیش آنے سے پریشانی کا سامنا ہوتا ہے، بعض مرتبہ گاڑی بھی چھوٹ جاتی ہے۔ ایک مرتبہ میں دہلی سے روانہ ہونے کو تھا میں نے میزبانوں سے تقاضا کیا کہ اسٹیشن کے لیے سواری کا انتظام کردیا جائے سب لوگ کہنے لگے کہ موٹر پانچ منٹ میں پہنچادے گا، ہم وقت سے پندرہ منٹ پیشتر چلیں گے۔ مگر میرے اصرار پر پندرہ منٹ سے بہت پہلے روانہ ہوئے جب جمنا کے پل پر پہنچے تو سامنے ایک چھکڑا جارہا تھا اور برابر میں اس نے نکلنے کا راستہ نہیں دیا۔ بگل بجایا آوازیں دیں لیکن اس نے ایک نہیں سنی اور ہنستا رہا بالکل بیچوں بیچ چلتا رہا۔ اسی کش مکش میں خوب کافی دیر لگ گئی۔ اس وقت میں نے کہا کہ اس معاملہ میں آپ کو انگریزوں کی تقلید نہ کرنا چاہیے، اگر اس وقت کسی انگریز کا موٹر ہوتا تو فوراً چھکڑے کو ایک جانب کرکے راستہ دے دیا جاتا۔ غرض بدقت تمام گاڑی ملی۔ سرسید احمد خاں کا معمول تھا کہ اسٹیشن پروقت سے بہت پہلے پہنچ جاتے تھے پھر خواہ وہاں پہنچ کر اپنے کام میں مشغول رہا جاوے وقت کو بے کار ضائع نہ کیا جائے۔ واقعی اسٹیشن پر پہنچ کر یکسوئی اور اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔

فرمایا جس قدر کام جوش کے ہوتے ہیں سب کے سب غیر مستقل اور ناپائیدار ہوتے ہیں اور کچھ دنوں میں ختم ہوجاتے ہیں۔ اور جو کام تدبر و تفکر کے ساتھ تدریجاً انجام دیے جاتے ہیں وہ محکم اور مثمر ہوتے ہیں۔

دیکھیے تیز بارش سے پیداوار نہیں ہوتی اور ہلکی بارش سے کھیتی خوب لہلہاتی ہے۔

مفتی عارف محمود جامعہ فاروقیہ کراچی

# رمضان کو کیسے قیمتی بنائیں

رمضان کے مبارک مہینے کو کیسے قیمتی بنایا جائے؟ اس میں کون سے اعمال اختیار کیے جائیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر رمضان کی آمد کے ساتھ ہر مسلمان مرد و عورت کے ذہن میں اٹھتا ہے، بہت اہم، انتہائی قیمتی اور اہمیت کا حامل سوال ہے، رمضان کے مہینے کو قیمتی بنانے کے لیے جہاں فرض روزہ اور پانچ وقت کی نماز باجماعت کا اہتمام اور تمام معاصی کا ترک کرنا ضروری ہے، وہیں ایسے اعمال، اسباب و وسائل کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے جن سے یہ مبارک مہینہ مزید قیمتی بن جائے، ذیل میں اختصار کے ساتھ ان وسائل واسباب کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو اختیار کر کے ہر مسلمان اس مہینے کو قیمتی بنا سکتا ہے:

**(۱) افطار کروانا**

اس مبارک مہینے میں ہر مسلمان حسب استطاعت روزہ داروں کو افطار کروا کر دہرا اجر حاصل کر سکتا ہے، چنانچہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا اس کو روزہ دار کے مثل اجر ملے گا اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی''۔ (ترمذی، نسائی و ابن ماجہ)

**(۲) خیر کے کاموں میں خرچ**

خیر کے کاموں میں خرچ کے ذریعہ سے جہاں ایک طرف نیکی کے کاموں میں تعاون اور مستحق لوگوں کی امداد ہوتی ہے تو دوسری طرف رمضان

میں عام دنوں کے مقابلے کئی گنا زیادہ اجر حاصل ہوتا ہے۔

## (۳) مکمل یکسوئی

رمضان کے مبارک مہینے کو قیمتی بنانے کے لئے ضروری ہے کہ کم ازکم اس مہینے میں گھر کے تمام افراد پرنٹ والیکٹرانک میڈیا میں موجود اسباب معاصی سے اپنے آپ کو دور رکھیں، تاکہ یکسو ہوکر اللہ کی عبادت میں مشغول ہوسکیں، سلف صالحین رحمہم اللہ تو اس مہینے میں قرآن وحدیث کی تعلیم کو موقوف کردیتے تھے، تاکہ قرآن کی تلاوت، اس میں غور وفکر اور تدبر، عبادت اور قیام اللیل یعنی تہجد کے لیے مکمل طور سے فارغ ہوجائیں، تو کیا ہم لوگ ایک مہینہ کے لیے اپنے آپ کو میڈیا کے ایمان کش سیلاب سے دور نہیں رکھ سکتے!۔

## (۴) دعا کا اہتمام

ویسے تو رمضان کا لمحہ لمحہ دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے، لیکن افطار سے پہلے کے چند لمحات بہت ہی قیمتی ہوتے ہیں، یہ دعا کی قبولیت کے یقینی اوقات میں سے ہیں، بجائے فضول کاموں میں وقت ضائع کرنے کے اس وقت کو قیمتی جان کر دعامیں مصروف ہوجائیں، اپنے لیے اور تمام امت مسلمہ کے لیے دنیااورآخرت کی بھلائیوں کاسوال کریں۔

## (۵) والدین کی اطاعت

رمضان کو قیمتی بنانے کا ایک بہت ہی اہم وسیلہ اور ذریعہ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری ہے، کوشش کریں کہ اس مہینے میں خاص طور سے والدین کے قریب رہیں، ان کی خدمت کریں، ان کی ضروریات کا خیال رکھیں،

ان کو ہر طرح کی راحت وسہولت پہنچانے کی فکر کریں۔

(٦) مسواک کا اہتمام

مسواک کا اہتمام کریں، مسواک جیسے پورے سال میں سنت ہے، ایسے ہی رمضان میں اس کا کرنا سنت ہے، بلکہ عام دنوں کے مقابلے میں اس کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

(٧) رمضان میں عمرہ کرنا

رمضان میں عمرہ کرنا ایک بہت بڑا عمل ہے، ثواب کے اعتبار سے اس کا اجر ایک حج کے برابر ہے، اس میں بھی لوگ افراط وتفریط کا شکار ہیں، اس لئے کوشش کریں کہ ائمہ مساجد اور علماء سے مشاورت کے بعد اس عمل کو انجام دیں۔

(٨) دعوت الی اللہ

اس مہینے میں دعوت الی اللہ کے عمل کو اہتمام وخصوصیت کے ساتھ انجام دیں، لوگوں کو مساجد کی طرف اور اعمال خیر کی طرف متوجہ کریں۔

(٩) اہل ثروت کے لئے

اہل ثروت واصحاب خیر حضرات دیگر امورِ خیر کے علاوہ معتمد علماء کرام کی دینی کتب، خاص کر رمضان کے مسائل وفضائل سے متعلق کتابیں خرید کر مسلمانوں میں تقسیم کریں، تاکہ معاشرے میں رمضان کے مسائل وفضائل کے معلوم کرنے کی ایک عام فضا قائم ہوجائے۔

(١٠) تلاوت قرآن کریم

قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں، لیکن کوشش کریں کہ قرآن کریم کو

صحیح اور درست پڑھیں، تلفظ اور ادائیگی میں فحش غلطیوں سے اجتناب کریں، اگر پہلے سے پڑھا ہوا نہیں تو کوشش اس بات کی کریں کہ اس مہینے میں قرآن پاک کے حوالے سے اتنی محنت کریں کہ قرآن صحیح پڑھنا آجائے۔

## (۱۱) ماتحتوں کی فکر

اپنی اولاد، بہن بھائیوں اور اپنے ماتحتوں کی فکر کریں کہ وہ بھی اس مہینے کو قیمتی بنائیں، خدانخواستہ ان کے اوقات کسی غلط اور لغو کام میں صرف نہ ہوجائیں، پیار، محبت، ترغیب اور بقدر ضرورت ترہیب کے ساتھ ان کو اعمال خیر کی طرف متوجہ کریں۔

## (۱۲) نماز پنج گانہ باجماعت کا اہتمام

نماز پنج گانہ باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں، عام طور سے مغرب میں افطار کی وجہ سے اور فجر میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے جماعت کی نماز سے غفلت برتی جاتی ہے، یہ بہت بڑی محرومی کی بات ہے، تھوڑی سی ہمت کر کے ہم خود بھی اور ترغیب کے ذریعے دوسروں کو بھی اس غفلت سے بچا سکتے ہیں، فرائض باجماعت ادا کرنے کے اہتمام کے علاوہ سنن اور نوافل کا بھی خاص اہتمام کریں، اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے علاوہ بھی کچھ وقت نوافل کے لیے مخصوص کردیں، کیوں کہ رمضان میں نفل کا ثواب فرائض کے بقدر کردیا جاتا ہے۔

## (۱۳) وقت سحر اعمال کا اہتمام

سحری کا وقت بہت ہی قیمتی وقت ہوتا ہے، اس وقت اللہ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے، ایک تو سحری کھانے کا اہتمام ہو، اس کے علاوہ کچھ وقت بچا کر اذکار، وظائف اور استغفار میں لگائیں، اس

وقت استغفار کرنا متقیوں اور اہل جنت کی صفات میں سے ہے۔

(۱۴) خواتین کے لئے

خواتین رمضان کی مبارک گھڑیوں کو صرف کھانے پکانے میں صرف نہ کریں، اس میں کوئی شک نہیں کہ افطاری و سحری تیار کرنا باعث اجر وثواب ہے، لیکن بقدر ضرورت وقت اس میں صرف کریں اور اس کے علاوہ اوقات کو اعمال صالحہ میں صرف کریں۔

(۱۵) بازاروں میں فضول گھومنے پھرنے سے اجتناب

رمضان میں بہت سارے خواتین وحضرات بازاروں میں گھوم پھر کر کپڑوں، جوتوں اور دیگر اشیاء کی خریداری کے عنوان سے اپنے قیمتی اوقات ضائع کرتے ہیں، اعمال صالحہ سے محروم ہوجاتے ہیں، رمضان سے متعلق جتنی ضروریات ہیں وہ اس مہینے کے شروع ہونے سے پہلے ہی خرید لیں اور باقی اگر رمضان میں کوئی ضرورت ہو تو بقدر ضرورت چیزیں خرید کر فورا گھر لوٹ آئیں، بازاروں اور شاپنگ مالوں میں فضول گھوم پھر کر اپنا قیمتی وقت ضائع اور برباد مت کریں۔

(۱۶) بیس رکعات تراویح کا اہتمام

نماز تراویح اور اعتکاف کا مکمل اہتمام کریں، بیس رکعات تراویح خیرالقرون سے لے کر آج تک تمام امت مسلمہ اس پر متفق ہے، سستی اور غفلت یا کسی کے شک میں ڈالنے سے کچھ رکعات (مثلاً آٹھ رکعات) پڑھ کر جان نہ چھڑائیں، بلکہ مکمل ۲۰ رکعات پڑھنے کا اہتمام کریں، اس طرح سستی کرنا بڑی محرومی کی بات ہے۔

## (۱۷) خواتین کی تراویح واعتکاف

خواتین اپنے گھروں میں فرض نمازوں کے ساتھ تراویح اور اعتکاف کا بھی اہتمام کریں، تراویح اور اعتکاف کا حکم جیسے مردوں کے لیے ہے، ایسے ہی خواتین کے لیے بھی ہے، البتہ مرد حضرات دونوں عمل مسجد میں سرانجام دیں گے اور عورتیں گھروں میں۔

## (۱۸) بچوں کو نماز روزہ کا عادی بنائیں

کوشش کریں کہ سات سال کے بچوں کو نماز اور روزہ کا عادی بنائیں ان کی حوصلہ افزائی کریں، ہمت دلائیں تاکہ وہ بھی اس مہینے کی برکات سے مالامال ہوجائیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رمضان میں اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اور ان کو مشغول رکھنے لیے کھلونے بنا کر دیتے تھے۔

یہ چند امور رمضان کے مہینے کو قیمتی بنانے کے حوالے سے قابل توجہ ہیں، ان کے علاوہ بھی ائمہ مساجد اور مستند علماء سے پوچھ پوچھ کر اپنا رمضان قیمتی بناسکتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سب مسلمانوں کو اس مبارک ماہ کی قدر نصیب فرمادے۔ (آمین)

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عید کا اسلامی تصور

عید کا دن مسلمانوں کے لیے دوسری اقوام عالم کے قومی تہواروں کی طرح کا دنیوی تہوار نہیں ہے کہ اس کو جس طرح چاہا اپنی پسند کے مطابق منالیا بلکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا ہے۔ اس کے لیے خاص شان وصفت کی عبادت نماز کو مقرر کیا گیا ہے جو خاص خاص شرطوں کے ساتھ شہروں اور قصبات میں ادا کی جاتی ہے اور اس سے اسلامی شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہے۔

جو مسلمان اس دن میں سنت کے مطابق عمدہ لباس پہنتا اور ظاہری زیبائش وآرائش کرتا ہے اس کا مقصد بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ عید گاہ میں پہنچ کر شکرانہ کے طور پر حق تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہونا ہی ہوتا ہے اور اس کی ساری زینت وآرائش کی غرض بھی ایک عبادت کی تکمیل اور اس کو عمدہ طریقہ پر ادا کرکے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہے۔

افسوس کہ ہم دوسری قوموں کی نقالی میں آ کر رفتہ رفتہ عید کے اس اسلامی تصور اور اس کے حقیقی مقصد کو فراموش کرتے جاتے ہیں اور دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم نے بھی عید کو ایک قومی تہوار اور محض کھیل تماشہ اور تھیٹر سنیما بینی کا دن سمجھ لیا ہے، حالانکہ یہ طریقہ

بالکل غیر اسلامی اور روح عید کے خلاف ہے۔

عید کے اسلامی تصور میں قدم قدم پر احساس دلایا جاتا ہے کہ ہم اللہ تعالی کے بندے ہیں اور اس کی مرضی کے خلاف کام کے کرنے کا ہم کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

عیدگاہ کے راستہ میں آتے جاتے اللہ تعالی کی بڑائی کا اقرار:

اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر وَلِلّٰہِ الحَمدُ

کے ذریعہ کرتے جانا اور پھر دوگانہ نماز میں عام نمازوں سے چھ مرتبہ زیادہ اَللّٰہُ اَکبَر سے اللہ تعالی کی بڑائی کے اقرار کے بعد کیا کسی ہوش مند انسان کے لیے عیش ونشاط اور کھیل وتماشہ کی مجلسوں میں شرکت اور خدا فراموشی کے مظاہرہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کو عید کی اسلامی روح کے مطابق عید منانے کی توفیق عطا فرماویں، آمین۔

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ

# فضائل ومسائل اعتکاف

## اہمیت اعتکاف

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں عبادت کے جو مختلف طریقے مقرر فرمائے ہیں ان میں سے بعض طریقے خاص عاشقانہ شان رکھتے ہیں انہیں میں سے ایک عبادت اعتکاف کی بھی ہے اس عبادت میں انسان اپنے تمام دنیوی کام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مسجد میں جا پڑتا ہے اور تمام دنیاوی تعلقات سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتا ہے اور کچھ مدت تک کامل یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے ساتھ مناجات میں مشغول رہنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق اور انابت الی اللہ کی جو خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ تمام عبادتوں میں ایک نرالی شان رکھتی ہے۔ نیز رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں سے کوئی نہ کوئی رات شب قدر کی بھی ہوتی ہے اس لئے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہوجاتی ہے۔ (احکام اعتکاف)

## فضائل اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے نبی کریم ﷺ ہر سال ان دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اعتکاف کرتی تھیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی ازواج مطہرات نے اعتکاف کا اہتمام فرمایا۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم کان یعتکف العشر الا واخر من رمضان حتی تو فاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ (بخاری، مسلم) کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی تھیں۔

(۲) حضرت علی بن حسین اپنے والد ماجد سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان المبارک میں آخری عشرہ کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (الترمذی)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ معتکف تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے کوئی شخص تمام نیکیاں کر رہا ہو۔ (مشکوٰۃ)

(۴) حدیث ابن عباس میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے صرف ایک دن کا اعتکاف کیا تو حق تعالیٰ اس معتکف اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں حائل کر دیں گے جو لمبائی چوڑائی میں ''خافقین'' سے زیادہ وسیع ہوں گی (مشرق ومغرب کے مابین فاصلہ کو خافقین کہتے ہیں) (الترغیب)

## اعتکاف کی جگہ

مردوں کا اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہو سکتا ہے گھر میں مرد کا اعتکاف کرنا درست نہیں ہے، عورت اپنے گھر میں عبادت کی مخصوص جگہ مقرر کر کے اعتکاف کر سکتی ہے البتہ اسے شوہر سے اجازت لینی ضروری ہے (عورتوں کے اعتکاف کی تفصیل آگے آرہی ہے)۔

## اعتکاف کا معنی

اعتکاف کے لغوی معنی ٹھہرنے کے ہیں اور شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی ایسی مسجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھنا جس میں پانچ وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو۔

## اقسام اعتکاف

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں (۱) واجب (۲) سنت مؤکدہ (۳) مستحب۔

## واجب اعتکاف

جس اعتکاف کی منت مان لی جائے وہ واجب ہوجاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا یا یہ کہ میرے اوپر لازم ہے کہ میں اللہ کے لئے اتنے دنوں کا اعتکاف کروں تو اتنے دنوں کا اعتکاف کرنا واجب ہے اسی طرح اگر مسنون اعتکاف فاسد ہوجائے تو اس کی قضا بھی واجب ہے۔

## سنت مؤکدہ اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلہ میں کوئی شخص بھی اعتکاف کرلے تو تمام اہل محلہ کی طرف سے سنت ادا ہوجائے گی لیکن اگر سارے محلہ میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سارے محلہ والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

## مستحب اعتکاف

اعتکاف واجب و مسنون کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے گا وہ نفل اعتکاف ہوگا اور یہ ہر مسجد میں ہر وقت ہوسکتا ہے اور اس کی کوئی مقدار بھی مقرر نہیں ایک منٹ کا بھی ہوسکتا ہے۔

## شرائط اعتکاف

(۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا، نابالغ سمجھدار بچہ کا اعتکاف کرنا بھی درست ہے (۳) اعتکاف کی نیت کرنا (۴) مسجد جماعت میں ٹھہرنا (۵) سنت اور واجب اعتکاف میں روزہ سے ہونا (۶) مرد وعورت کا جنابت سے پاک ہونا (۷) عورت کا حیض ونفاس سے خالی ہونا۔

## وقت اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے وہ اعتکاف مسنون ہے، اس اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب آفتاب سے شروع ہوجاتا ہے اور عید کا چاند ہونے تک باقی رہتا ہے اعتکاف کرنے والوں کو بیسویں کو غروب آفتاب کے وقت مسجد میں ہونا چاہیئے۔

## نیت اعتکاف

مسنون اعتکاف کی اتنی نیت کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتا ہوں۔

## فائدہ

معتکف کیلئے ضروری ہے کہ وہ اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود میں رہے اور حوائجِ ضروریہ کے سوا ایک لمحہ کیلئے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسجد کی حدود سے مراد وہ جگہ ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے لہٰذا وضوخانہ اور غسل خانہ مسجد کی حد سے خارج ہیں اور چھت مسجد میں داخل ہے بشرطیکہ سیڑھی کا راستہ مسجد کے اندر ہو۔

## معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

درج ذیل امور کیلئے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا بلاکراہت جائز ہے :

(۱)پیشاب وپاخانہ (۲) غسل جنابت جبکہ مسجد میں کرنا ممکن نہ ہو، ٹھنڈک یا جمعہ کے غسل کیلئے باہرجانا جائز نہیں(۳)وضو جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے کرنا ممکن نہ ہو اور غسالہ بھی مسجد میں نہ گرے (۴) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا جبکہ کوئی لانے والا نہ ہو اور کھانا پینا مسجد میں ہی ہو (۵)مؤذن کا اذان کے لئے باہر جانا (۶) مسجد کے گرنے کی صورت میں یا کسی اور شدید ضرورت کی وجہ سے دوسری مسجد میں منتقل ہونا بشرطیکہ راستہ میں کہیں ٹھہرنا نہ ہو (۷) جمعہ کے لئے اسی شہر کی جامع مسجد میں جانا مگر تقریر سننے کیلئے زیادہ دیر پہلے نہ جائے۔ ان ضروریات کے علاوہ اگر کسی اور مقصد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

## نماز جنازہ اور عیادت

نماز جنازہ میں شرکت یا کسی کی بیماری پرسی کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے لیکن اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا تھا اور ضمناً راستہ میں کسی کی بیمار پرسی کرلی یا نماز جنازہ میں شامل ہوگیا تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ مسجد سے نکلتے وقت جنازہ میں شرکت یا بیمار پرسی کی نیت نہ ہو بلکہ قضائے حاجت کی نیت ہو پھر ضمناً شرکت کرلے اور یہ کام راستہ میں ہوں راستہ سے ہٹنا نہ پڑے تو جائز ہے۔

## آداب اعتکاف

معتکف کو غیر ضروری باتوں سے بچنا چاہئے اور جس قدر وقت ملے تلاوت قرآن کریم اور دیگر عبادات اذکار و تسبیحات میں گذارنا چاہئے علم دین کا پڑھنا پڑھانا وعظ ونصیحت کرنا اور دینی کتب کا مطالعہ بھی موجب ثواب ہے۔

## مباحات اعتکاف

حالت اعتکاف میں درج ذیل کام بلاکراہت جائز ہیں۔

(۱) کھانا پینا (۲) سونا (۳) ضروری خرید وفروخت بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لائے (۴) بضرورت کلام کرنا (۵) نکاح یا کوئی عقد کرنا (۶) کپڑے بدلنا (۷) خوشبو لگانا (۸) کپڑے دھونا (۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔

## مفسدات اعتکاف

مندرجہ ذیل چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) بلاضرورت شرعی مسجد سے باہر نکلنا خواہ جان بوجھ کر یا بھول کر یا غلطی سے بہر صورت اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے البتہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہر نکلا تو گناہ نہیں ہوگا (۲) کسی شرعی ضرورت سے باہر نکلا ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی باہر ٹھہرا تو اعتکاف جاتا رہا (۳) اعتکاف میں چونکہ روزہ شرط ہے اس لئے روزہ توڑنے سے بھی اعتکاف جاتا رہا چاہے کسی بھی وجہ سے روزہ توڑا ہو (۴) جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے چاہے عمداً کرے یا سہواً دن میں کرے یا رات کو مسجد میں ہو یا خارج مسجد (۵) بوس وکنار سے اگر انزال ہو جائے تو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

## مکروہات اعتکاف

مندرجہ ذیل چیزیں معتکف کیلئے مکروہ ہیں۔

(۱) بالکل خاموشی اختیار کر لینا (۲) فضول یا بلاضرورت باتیں کرنا (۳) سامان تجارت مسجد میں لا کر فروخت کرنا (۴) اعتکاف کے لئے ضرورت سے زائد جگہ گھیرنا جس سے دوسرے معتکفین یا نمازیوں کو تکلیف ہو (۵) اجرت پر کام کرنا۔

## اعتکاف کا توڑنا

مندرجہ ذیل وجوہ سے اعتکاف توڑ دینا جائز ہے۔

(۱) اعتکاف کے دوران ایسی بیماری ہوگئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہ ہو تو اعتکاف توڑنا جائز ہے (۲) کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لئے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکلنا جائز ہے (۳) ماں باپ یا بیوی بچوں میں سے کوئی سخت بیمار ہو (۴) کوئی جنازہ آئے اور نماز پڑھنے والا کوئی نہ ہو (۵) کوئی شخص زبردستی باہر نکال کر لے جائے مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری وارنٹ آجائے۔

ان تمام صورتوں میں مسجد سے باہر نکلنا گناہ تو نہیں مگر اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

## اعتکاف کی قضاء

اگر اعتکاف ٹوٹ جائے تو فقط اسی روز کے اعتکاف کی قضا ضروری ہے جس دن کا اعتکاف ٹوٹ گیا ہے پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔ قضاء کا طریقہ یہ ہے کہ اگر رمضان باقی ہو تو ایک دن روزہ سے قضا کر لے اگر یہ ممکن نہ ہو تو بعد میں کسی بھی دن روزے کے ساتھ اعتکاف کرے۔

## عورتوں کا اعتکاف

اعتکاف کی فضیلت مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے عورتیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں عورتوں کا اعتکاف گھر میں ہوتا ہے ان کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہئے گھر میں جو جگہ نماز کیلئے بنائی ہوئی ہے عورت اس جگہ اعتکاف کیلئے بیٹھ جائے اگر کوئی جگہ مخصوص نہ ہو تو بنا کر اس میں اعتکاف کرلے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو عارضی طور پر گھر کے کسی بھی حصے کو اعتکاف کیلئے مخصوص کر کے اس میں اعتکاف کرے۔ شادی شدہ عورت کو اعتکاف کیلئے خاوند کی اجازت لینا ضروری ہے لہٰذا

شوہر کو چاہیئے کہ وہ بلا وجہ عورت کا اعتکاف سے منع نہ کرے۔ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ بحالت اعتکاف حیض ونفاس سے پاک ہو اگر دوران اعتکاف ماہواری شروع ہوجائے تو عورت پر واجب ہے کہ اعتکاف چھوڑ دے اور بعد میں صرف ایک دن کی قضا کر لے اگر رمضان المبارک میں وقت مل جائے تو وہی روزہ کافی ہو گا ورنہ ایک دن الگ روزہ رکھ کر قضا کرلے۔

عورت کو بغیر شرعی عذر کے اعتکاف کی جگہ سے ہٹنا جائز نہیں ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا جن وجوں سے مردوں کو اعتکاف سے نکلنا جائز ہے انہیں وجوں سے عورتیں بھی اعتکاف چھوڑ سکتی ہیں جن کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ عورت اعتکاف کے دوران سینے پرونے کا کام کر سکتی ہے گھر کے کاموں میں اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ہدایت بھی دے سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ اعتکاف میں زیادہ توجہ عبادت کی طرف دے۔

## فائدہ

معتکف بحالت اعتکاف نیک اعمال تلاوت قرآن کریم ذکر واذکار اور دیگر عبادات میں مصروف رہے اور بعض خاص اعمال صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃ الحاجہ، تحیۃ الوضو، نماز اشراق، صلوٰۃ الاوابین نماز تہجد کا بھی اہتمام رکھے کیونکہ ان اعمال کی احادیث میں خاص فضیلت آئی ہے، واللہ الموفق والمعین۔

## صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے اس کے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے

پرانے چھوٹے بڑے معاف ہو جاویں گے اور فرمایا تھا اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھ لو اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں پڑھ لیا کرو ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ لو (ترمذی شریف)

## صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سبحانك اللّٰهم اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ مرتبہ یہ پڑھے سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ پھر رکوع میں جائے اور سبحان ربي العظيم کہنے کے بعد دس مرتبہ پھر یہی پڑھے پھر رکوع سے اٹھے اور ربنا لك الحمد کے بعد دس مرتبہ پڑھے پھر سجدے میں جائے اور سبحان ربي الاعلیٰ کے بعد پھر دس مرتبہ یہی پڑھے پھر سجدے سے اٹھ کر دس مرتبہ پڑھے اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی دس مرتبہ پڑھے پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھے اور دس مرتبہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اسی طرح دوسری رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس مرتبہ پڑھ لے تب التحیات پڑھے اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے (بہشتی زیور حصہ دوم)

## شب قدر کا بیان

مسنون اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے اور اسی مبارک عشرہ میں شب قدر جیسی عظیم رات بھی ہے اور اعتکاف کا مقصد بھی اس مبارک اور عظیم رات کی برکات کو حاصل کرنا ہے اس لئے نہایت ضروری معلوم ہوا کہ ذیل میں اختصار کے ساتھ لیلۃ القدر کا بیان بھی ہدیہ قارئین کر دیا جائے ، وباللہ التوفیق۔

## فضیلت شب قدر

اس رات کی فضیلت اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق پوری ایک سورت نازل فرمائی جو سورۃ القدر کے نام سے مشہور ہے اس میں اس رات کو ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا گیا ہے ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں جو شخص اس رات کو عبادت میں گذار دے گویا اس نے تراسی سال سے بھی زیادہ وقت عبادت میں گزار دیا کیسی سعادت اور خوش بختی کی بات ہے یقیناً وہ افراد خوش قسمت ہیں جو اس رات میں عبادت کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ یعنی محض اس عبادت کی وجہ سے اس کے تمام چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بڑے گناہ بھی توبہ کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔

## شب قدر کی تعیین

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (الحدیث) اس حدیث سے واضح ہے کہ یہ رات آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی ۲۹، ۲۷، ۲۵، ۲۳، ۲۱ میں سے کوئی ایک رات ہے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی رائے ہے کہ وہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے لہٰذا آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں بطور خاص ستائیسویں رات کو عبادت میں گزارنا چاہئے تاکہ لیلۃ القدر کے ثواب سے محرومی نہ ہو۔ حدیث پاک میں اس رات کی خیر سے محروم رہنے والے کو تمام خیر سے محروم رہنے والا فرمایا گیا ہے اور اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ جو شخص اتنی بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھو دے وہ یقیناً

محروم ہی ہے۔ ۸۴ سال کی عبادت کے لئے شب قدر میں جاگنا اور عبادت کرنا اس کے لئے بالکل مشکل نہیں جسے اس کی عظمت اور اہمیت کا اندازہ ہو اگر ذرہ سا چسکا پڑجائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں بھی جاگی جا سکتی ہیں کسی نے سچ کہا ہے۔

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو　　ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

ثواب کی امید رکھنے کیلئے ان راتوں میں جاگنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال　　صد سال می تواں بہ تمنا گریستن

## شب قدر کے اعمال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یوں کہو! اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ، تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف کردے (مشکوٰۃ شریف)

یہ نہایت ہی جامع دعا ہے اگر حق تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے۔

من نگویم کہ طاعتم بپذیر　　قلم عفو برگناہم کش

اس رات میں جتنی دیر جاگنا ہو بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرلے ایک حصہ میں نوافل پڑھے اور ایک حصہ میں تلاوت کلام اللہ میں مشغول رہے اور تیسرا حصہ استغفار ورود شریف دعاء وغیرہ میں گذار دے قرآن کریم کی آیت گرامی اتل ما اوحی الیك من الکتٰب واقم الصلٰوۃ ان الصلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکرولذکر اللہ اکبر (پارہ ۲۱) میں انہی تینوں عبادتوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے اس لئے یہ تینوں عبادتیں کرلے، واللہ الموافق والمعین۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

تسہیل الارشاد فی مسئلة الاستمداد

المعروف بہ

# فیض روحانی ازاولیاء ربانی

اس رسالہ میں استعانت واستمداد بالغیر اور نداء غیراللہ کی تمام صورتیں اور ان کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ یہ ایک علمی اور تحقیقی مقالہ ہے۔ یہ مضمون اس سے پہلے ماہنامہ الصدیق ملتان میں اور پھر مستقل رسالے کی صورت میں ''خلاصۃ الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد'' اور ''فیض روحانی'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے مگر اس کی عبارت بہت زیادہ علمی اور مشکل تھی اس لیے حضرت رحمہ اللہ نے اس مضمون کی تسہیل فرمائی جسے ''تسہیل الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو عام فرمائیں، آمین۔ (ادارہ)

## تصدیق وتوثیق

محدث العصر شیخ الاسلام حضرت علامہ ظفراحمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ

بعد الحمد والصلاۃ: بندہ نے اس رسالہ ''تسہیل الارشاد'' کو نصف کے قریب دیکھا ماشاء اللہ اصل رسالہ کو بہت آسان کردیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور مصنف کو قبول عام وتام عطا فرمائیں۔ والسلام

ظفراحمد عثمانی عفا عنہ

۲۷/ج۲/۱۳۸۷ھ

## پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد :

برادران اسلام کو واضح ہو کہ زیرنظر اس رسالہ میں ایک اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ مسئلہ استعانت اور استمداد غیراللہ کے عنوان سے موجب اختلاف وافتراق بناہوا ہے اس مسئلہ کے متعلق افراط وتفریط کے درمیان جو صحیح اور معتدل مسلک ہے اس رسالے میں اس کو پیش کیاگیاہے اور دلیلوں سے اس کو ثابت کرنے کے ساتھ مسلک مخالف کی دلیلوں پر بھی سنجیدہ اور معقول طریقے پر مبنی برانصاف کلام کیاگیاہے۔

یہ مضمون اس سے پہلے ماہنامہ ''الصدیق''ملتان میں اور پھر مستقل رسالے کی صورت میں بھی ''خلاصۃ الارشادفی مسئلۃ الاستمداد'' اور ''فیض روحانی'' کے نام سے شائع ہوچکاہے مگر اس کی عبارت بہت زیادہ علمی اور مشکل تھی اس لیے خیال آیاکہ اس مضمون کی عبارت کوآسان کردیاجائے تاکہ عام فہم ہوکر اس کانفع عام ہوجائے چنانچہ اب اس کی عبارت کوکافی حدتک آسان کرکے ''تسہیل الارشادفی مسئلۃ الاستمداد'' اس کانام رکھ دیاگیاہے اللہ تعالیٰ اس کوقبول اور نافع فرمائے آمین۔

# تمہید

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم بعد الحمد و الصلاۃ :

گزارش آنکہ چونکہ استمداد اور نداء غیر اللہ کی کئی نوعیں اور بہت سی قسمیں ہیں اور بعض ان میں جائز ہیں اور بعض ناجائز اور شرک ہیں جن کی تفصیل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے زمانہ حال میں اس مسئلہ کے بارہ میں بہت کچھ افراط و تفریط سے کام لیا جارہا ہے اور اسی لیے عام طور پر یہ خیال کیا جارہا ہے کہ علماء اہل سنت استمداد اور نداء غیر اللہ کی شاید تمام قسموں کو ہی ناجائز اور شرک بتلاتے ہیں حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔

اس افراط و تفریط کو دیکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ رسالہ ''الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد'' مؤلفہ مرشدی حضرت العلام مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی مدظلہم (جو کہ آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے ماہنامہ ''النور'' میں تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا) کا خلاصہ کسی قدر مناسب ترمیم اور ضروری اضافہ کے ساتھ شائع کردیا جائے اس سے مسئلہ ہذا میں ہمارے اکابر کے مسلک اعتدال کا علم ہوجانے کے ساتھ استمداد اور نداء غیر اللہ کی جائز اور ناجائز صورتوں میں امتیاز اور فرق بھی واضح ہوجائے گا اور یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ ہمارے اکابر نے افراط و تفریط سے بچ کر توحید و شرک کے فرق بتلائے ہیں کس قدر معتدل اور محتاط طریقہ اختیار کیا ہے اور استمداد اور نداء کی ان صورتوں سے بھی لوگوں کو بچانے اور محفوظ کرنے کی کس درجہ کوشش کی ہے جن میں شرک کے پائے جانے کا ادنیٰ وہم ہوتا ہے اسی طرح اہل بدعات نے استمداد اور نداء غیر اللہ کی ناجائز صورتوں کے جواز پر جو دلائل پیش کیے ہیں ان کا کس قدر سلجھے ہوئے انداز میں مضبوط اور واضح دلائل سے تفصیلی جواب دیا ہے کہ اگر انصاف سے کام لیا جائے تو ان

دلائل سے استدلال کرنے کا اہل بدعات کو کچھ بھی حق باقی نہیں رہتا مگر اس کے باوجود ہمارے اکابر بعد از وفات بھی اولیاء اللہ کے فیض باطنی اور ان سے استفاضہ روحانی اور برکات کے حاصل ہونے کے قائل ہیں اور ان کی روحانیت سے مستفید و منتفع ہونے کو حدود شریعت کے اندر رہتے ہوئے بعض خاص شرائط کے ساتھ اس کے اہل کے لیے جائز سمجھتے ہیں اور وفات کے بعد ایسے استفادہ کے نہ ہونے پر چونکہ قرآن و سنت سے کوئی دلیل قائم نہیں ہے اس لیے اس کے ثابت کرنے کے لیے اگرچہ اہل کشف کا مشاہدہ ہی کافی ہے جیسا کہ امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۱۵۴ پر اس کی تصریح موجود ہے۔

مگر اس استفاضہ روحانی کا ثبوت اشارۃً اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ہو سکتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''کسی صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگایا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے سو ان کو معلوم ہوا کہ ایک آدمی تبارك الذی بیده الملك پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو ختم کیا وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور (اس واقعہ کی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے، یہ سورت نجات دینے والی ہے، یعنی مردہ کو عذاب الٰہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے''۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے (مشکوٰۃ ص ۱۸۸)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید کا سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔ (التکشف ص ۴۴۳)

فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اس سوال کے جواب

ہیں کہ بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں؟ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس کی بھی اصل ہے اس میں کچھ حرج نہیں اگر یہ نیت خیر ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۹۸)

البتہ عقائد کی خرابی کے پیدا ہوجانے کی وجہ سے عوام کو اس سے منع کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت گنگوہی ؒ فرماتے ہیں:

''مزارات اولیاء سے کاملین کو فیض ہوتا ہے مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز جائز نہیں'' (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۰۰)

لیکن اس زمانہ میں جو طرز منع کرنے کا بعض حضرات اہل علم نے اختیار کیا ہوا ہے وہ ''طرز تشدد'' انہی کے ساتھ خاص ہے اکابر کو یہ غلو پسند نہیں تھا اور اسی طرز خاص کی وجہ سے توحید و سنت کے بیان کرنے کو بھی عام طور پر انہی حضرات کے ساتھ خاص سمجھا جانے لگا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ توحید و سنت کے چشمہ صافی کو ہمارے اکابر شرک و بدعت کے گرد و غبار سے اور خس و خاشاک سے ہمیشہ صاف اور پاک کرتے رہے ہیں اور احیاء توحید و سنت ہی ان کا وہ ''شعار خاص'' اور ''راہ امتیاز'' ہے جس کے ذریعہ سے وہ جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے فیوض کو تاقیام قیامت قائم اور باقی رکھے اور ہم سب کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے آمین۔

اب اس تمہیدی گزارش کے بعد اصل مسئلہ استعانت اور نداء کی بحث جو اس رسالہ کا اصل مقصد ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

## استمداد بالغیر کی تفصیل

اول استعانت واستمداد بالغیر کی قسمیں لکھی جاتی ہیں پھر ان کے احکام تحریر کیے جاویں گے۔

## اقسام

استعانت واستمداد بالغیر (غیر اللہ سے مدد مانگنے) کی آٹھ صورتیں ہیں :

(۱) ایک یہ کہ ماسوائے خدا تعالیٰ کو خواہ کوئی ہو قادر بالذات سمجھ کر اس سے مدد چاہنا۔

(۲) دوسری یہ کہ غیر اللہ کو قادر بالذات تو نہ سمجھے بلکہ اس کی قدرت کو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی جانے ، مگر یہ اعتقاد رکھے کہ خدا تعالیٰ سے قدرت حاصل کر کے یہ مستقل اور خود مختار ہو گیا ہے جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اس غیر کو جس سے مدد چاہتا ہے اپنی حاجت میں محض آلہ اور ذریعہ سمجھے اور حاجت روا حق تعالیٰ کو سمجھے اس تیسری صورت کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس اعتقاد کے ساتھ کسی زندہ سے ایسے امور عادیہ میں مدد چاہے (جو عادۃً انسان کے اختیار میں دیے گئے ہیں) اور وہ شرعاً بھی انسان کا فعل شمار ہوتے ہیں مثلاً یوں کہے کہ اے فلاں! تم میرا یہ کام کر دو مثلاً پانی پلا دو۔

(۴) دوسری یہ کہ کسی زندہ سے امور غیر عادیہ میں جو شرعاً و عادۃً انسان کی قدرت سے خارج ہیں اور وہ انسان کا فعل شمار نہیں ہوتے امداد طلب کرے مثلاً یوں کہے اے مرشد! مجھے اولاد دے دو۔

(۵) کسی نبی علیہ السلام یا ولی رحمۃ اللہ علیہ سے بعد وفات کے روحانی فیض حاصل کرنے میں مدد چاہے۔

(٦) خداتعالی کے سوا کسی نبی علیہ السلام یا ولی رحمہ اللہ سے بعد وفات کے امور غیر عادیہ میں یا ایسے امور عادیہ میں جو وفات کے بعد انسان کی طاقت وقدرت سے باہر ہو جاتے ہیں مدد چاہے مثلاً یوں کہے اے نبی یا ولی میرے مقدمہ میں میری امداد کرو مجھ کو مرض سے شفا دو یا مجھے اولاد دیدو وغیرہ۔

(٧) امور عادیہ اور غیر عادیہ میں کسی نبی یا ولی زندہ یا وفات یافتہ کے توسل سے دعا کرے کہ الٰہی فلاں نبی یا ولی کی برکت سے یہ حاجت پوری کردے۔

(٨) جب کوئی نبی یا ولی کسی خاص وقت میں باذن الٰہی اعجاز وکرامت کے طور پر کسی سے کہے کہ مانگو کیا مانگتے ہو اس وقت اپنی حاجت کی درخواست کرے وہ حاجت خواہ امور عادیہ میں سے ہو یا امور غیر عادیہ میں سے مگر بہرحال اس صورت میں یہ شخص اس نبی یا ولی کو محض ذریعہ اور سفیر سمجھتا ہو اور حقیقی حاجت روا خداتعالی کو خیال کرتا ہو۔

## احکام

اب ان اقسام ہشتگانہ کا حکم سنیے سو استعانت بالغیر کی صورت اول ودوم تو شرک ہے صورت اول کا شرک ہونا تو کھلا ہوا ہے اور کوئی شخص جو کہ خداتعالی کے وجود کا قائل ہو بجز ثنویہ کے اس کا قائل معلوم نہیں ہوتا مگر نصوص شریعت (قرآن وحدیث) سے دوسری صورت کا شرک ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ مشرکین مکہ جن کا شرک منصوص ہے وہ بھی اپنے بتوں کو قادر بالذات (ذاتی قدرت والا) نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کو متصرف باذن اللہ (اللہ کے اذن سے تصرف کرنے والا) ہی جانتے تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ ان بتوں کو اختیارات حاصل ہو چکے ہیں اس لیے وہ اب خداتعالی سے اختیارات حاصل کر کے جزئی امور کے اندر تصرف کرتے

ہیں اس طور سے مستقل نہیں کہ ان جزئی امور میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کے محتاج نہیں ہیں جیسا کہ حکام ماتحت حکام بالا سے اختیارات حاصل کرنے کے بعد ہر ہر جزئی میں حکام بالا سے پوچھنے کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ اس کلی اختیار سے خود فیصلہ کر لیتے ہیں جو ان کو حکام بالا کی طرف سے دیا ہوا ہوتا ہے۔

(یہاں سے مشرکین اور قبر پرستوں کے عقیدہ کا فرق بھی واضح ہو گیا کہ قبر پرستوں کے نزدیک سب امور میں وہ صاحب قبر حق تعالیٰ کی مشیت خاص کا بھی محتاج ہے مگر ان کا خیال یہ ہے کہ صاحب قبر کے چاہنے سے خدا تعالیٰ کی مشیت خاصہ بھی واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ قبر پرستوں کا یہ خیال خلاف دلیل ہونے کی وجہ سے سراسر غلط اور بدعت اعتقادی ہے اور سخت گناہ ہے۔ (کیونکہ اس پر کوئی صحیح دلیل قائم نہیں کہ صاحب قبر کے چاہنے سے حق تعالیٰ بھی ضرور ہی اس طرح واقع فرمائیں گے ) مگر شرک نہیں کیونکہ شرک کی حقیقت میں تصرف بلا اذن جزئی (بغیر اذن جزئی کے تصرف کرنا) کا قائل ہونا ہے اور قبر پرست اذنِ جزئی کے قائل ہیں ہاں اگر کوئی غلو فی الاعتقاد کی وجہ سے غیر اللہ کے لیے اختیارات بلا اذن جزئی کا اعتقاد کرے گا تو یہ یقیناً شرک ہو گا) (الکلام الحسن ص ۱۰۱ ملفوظات حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ )

بہرحال صورت ثانیہ بھی شرک ہے کیونکہ کارخانہ الٰہی میں کوئی مخلوق خواہ نبی ہو یا ولی خود مستقل اور مختار کار نہیں ہے تمام امور اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ میں ہیں کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز مستقل طور پر نہیں۔ شریعت اسلامیہ نے قرآن کی آیات اور بہت سی احادیث میں اس بات کو صاف صاف بتلایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں ایسے نائب اور ماتحت حکام بالکل نہیں ہیں جو خدا تعالیٰ سے قدرت واختیارات حاصل کر لینے کے بعد خود مستقل ہو گئے ہوں، سلاطین دنیا کو اپنی کمزوری کی

وجہ سے ایسے نائبوں کی ضرورت ہوتی ہے خدائے قادر کو اس کی قطعاً ضرورت نہیں۔

## آیات قرآنیہ

(۱)قال اللہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ امر ان لاتعبدوا الا ایاہ (پ)

(۲)ان کل من فی السموٰت والارض الاأتی الرحمٰن عبدا لقد احصٰھم وعدھم عدا وکلھم آتیہ یوم القیٰمۃ فردا (پ۱۶)

(۳)بیدہ ملکوت کل شئ وھو یجیر ولا یجار علیہ (پ)

(۴)ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (پ۲۷)

(۵)من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (پ۳)

(۶)مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلاممسک لھاومایمسک فلامرسل لہ من بعدہ (پ)

(۷) انک لاتھدی من احببت ولٰکن اللہ یھدی من یشاء (پ)

(۸)وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین (پ)

(۹)اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم (پ)

(۱۰)وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔الایۃ (پ)

## احادیث نبویہ

(۱)وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یدخل احدکم الجنۃ بعملہ قالوا ولا انت یارسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ بمغفرۃ ورحمۃ۔

(۲)وقال صلی اللہ علیہ وسلم یابنی عبد مناف انقذوا انفسکم من النار لااغنیٰ عنکم من اللہ شیئا یافاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ

وسلم انقذی نفسک من النار لااغنی عنک من اللہ شیئا ویاصفیۃ عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انقذی نفسک من لااغنی عنک من اللہ شیئا۔ الحدیث۔

(۳) وقال صلی اللہ علیہ وسلم لامانع لمااعطیت ولامعطی لمامنعت ولاراد لماقضیت ولاینفع ذاالجد منک الجد۔

(۴) وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انمااناقاسم واللہ یعطی۔

غرض بکثرت نصوص آیات واحادیث اس پر دال ہیں کہ کارخانہ الٰہی میں کوئی مخلوق خواہ نبی ہو یا ولی خود مستقل اور مختار کار نہیں ہے۔

اور تیسری صورت باتفاق اہل تحقیق جائز ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے امور عادیہ میں بندوں کو اتنی قدرت عطا کی ہے جس کی وجہ سے وہ افعال شرعاً بندوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں اگرچہ قدرت حاصل کرنے کے بعد بھی بندہ تصرف کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا ہر کام میں ہر وقت محتاج ہے۔ اور بغیر اذن کے کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔

اور چوتھی صورت ناجائز ہے مگر اعجاز و کرامت کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ صورت نمبر۸ میں آتا ہے۔

اور پانچویں صورت باتفاق جائز ہے کیونکہ فیض روحانی کی قوت وفات کے بعد بھی بدلیل کشفی باقی رہتی ہے اس کے متعلق کچھ مضمون تمہید میں ہے اس کو بھی دیکھ لیا جاوے۔

اور چھٹی صورت ناجائز ہے کیونکہ امور غیر عادیہ میں تو وفات کے بعد استعانت سے بہت قوی شبہ مستعان منہ (جس سے استعانت کی جاوے) کے استقلال اور

خود اختیاری کا ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ نے ان امور سے بھی روکا ہے اور منع کیا ہے جن میں شرک کا وہم اور شبہ پایا جاتا ہو۔ چنانچہ غیر اللہ کی قسم کھانا یا کسی جاندار کی تصویر گھر میں رکھنا شرک کے وہم کی وجہ سے ہی حرام اور ممنوع ہے یہی وجہ چوتھی صورت کے ناجائز ہونے کی بھی ہے اس لیے کہ اس میں بھی امور غیر عادیہ میں امداد طلب کی جاتی ہے اور امور عادیہ کی قدرت بھی چونکہ وفات کے بعد حاصل نہیں رہتی اب ان امور میں امداد چاہنا خواہ آلہ اور ذریعہ سمجھ کر ہی ہو کسی قدر مستعان منہ کے استقلال اور بااختیار ہونے کا شبہ پیدا کرتا ہے اور شریعت نے استقلال کے شبہ سے بھی روکا ہے۔

ساتویں صورت در حقیقت استعانت ہی نہیں اس کو مجازاً استعانت کہتے ہیں ورنہ یہ وسیلہ کی صورت ہے اس میں چونکہ غیر اللہ سے حاجت کو طلب نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے کہ الٰہی فلاں نبی یا ولی کی برکت سے میری حاجت پوری کردے اس لیے محققین کے نزدیک اس کا کچھ مضائقہ نہیں خواہ یہ وسیلہ زندہ کے ساتھ ہو یا وفات کے بعد ہو۔

اور زندہ کے ساتھ وسیلہ میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ اس سے دعا اور شفاعت کی درخواست کرے یہ بھی جائز ہے البتہ نبی کریم ﷺ سے بعد وفات کے بھی روضہ اقدس پر حاضر ہو کر دعاء شفاعت کی درخواست کرنا جائز اور درست ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۳۳۷ ج ۲ میں اور علامہ طحطاوی نے شرح مراقی میں اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے زبدۃ المناسک میں تحریر فرمایا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''پھر روضہ کے پاس حاضر ہو اور سرہانے کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ

پر کھڑا ہوا اور پشت قبلہ کی طرف کرے کچھ بائیں طرف کو مائل ہو کہ چہرہ شریف کے خوب مواجہ ہووے اور باادب تمام اور باخشوع کھڑا ہو اور زیادہ قریب نہ ہو اور دیوار کو ہاتھ نہ لگاوے کہ محل ادب اور ہیبت ہے، اور حضرت ﷺ کو لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کیے لیٹے ہوئے تصور کرے اور کہے السلام علیك یارسول الله الخ۔ اور پھر حضرت ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت چاہے کہے: اسألك الشفاعة واتوسل بك الی الله ان اموت مسلماً علی ملتك وسنتك الخ'' (زبدۃ المناسک ص ۸۸،۹۰)

آٹھویں صورت بھی جائز ہے، چونکہ کرامت اور معجزہ میں عام عادت کے خلاف امور ظاہر ہوا کرتے ہیں ان میں انسانی طاقت کو دخل نہیں ہوتا وہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی یا ولی کے قرب (نزدیکی) کو ظاہر کرنے کے لیے صادر ہوا کرتا ہے، پھر چونکہ خلاف عادت امور کا دائمی اور ہمیشہ ہونا ضروری نہیں ہے اس لیے ایسی استعانت ہمیشہ دائمی طور پر جائز نہ ہوگی، بلکہ وہ استعانت جس وقت اور جن اشخاص کو نبی یا ولی نے فرمایا ہو کہ مانگو کیا مانگتے ہو اسی وقت کے لیے خاص ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ استعانت کی چار صورتیں جائز اور چار ناجائز ہیں اور جو صورتیں جائز ہیں ان کے بھی جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ حاجت روا خدا تعالیٰ کو سمجھے غیر اللہ کو نبی یا ولی کو محض ذریعہ اور وسیلہ خیال کرے۔

استعانت بالغیر کے اقسام اور احکام کی تفصیل کے بعد اب نداء غیر اللہ کی تفصیل لکھی جاتی ہے پہلے نداء غیر اللہ کی قسمیں تحریر کی جائیں گی اس کے بعد ان کے احکام لکھے جائیں گے۔ استعانت بالغیر کی طرح نداء بالغیر (غیر اللہ کو پکارنے) میں بھی تفصیل ہے اور اس کی چند قسمیں ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

# نداء غیر اللہ کی اقسام اور ان کے احکام

## زندہ کو پکارنا

(۱) کسی زندہ کو اتنے قریب سے پکارے کہ عادۃً اتنے قریب سے سنا جا سکتا ہو۔

(۲) زندہ کو غائبانہ پکارے۔ پھر اس میں دو صورتیں ہیں :

(۱) ایک یہ کہ محض شوق و محبت میں ایسا کرے پکارنا مقصود نہ ہو۔

(۲) یہ کہ اعتقاد یہ ہو کہ وہ دور سے بھی سنتے ہیں۔

## احکام

پہلی دو صورتیں جائز اور تیسری حرام ہے۔

## فوت شدہ کو پکارنا

یہی تفصیل وفات کے بعد پکارنے میں ہے :

(۱) نبی علیہ السلام یا ولی رحمۃ اللہ علیہ یا عامہ مؤمنین کے مزار پر جا کر ان کو پکارے۔

(۲) یہ کہ دور سے ان کو پکارے مگر مقصود پکارنا نہ ہو بلکہ محض شوق و محبت کے غلبہ میں ایسا ہو جاوے۔

(۳) یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ وہ دور سے بھی سنتے ہیں۔

(۴) یہ کہ غائبانہ پکارے مگر مقصود نہ پکارنا ہو نہ غلبہ شوق و محبت ہو بلکہ چونکہ کسی دعا وغیرہ میں ان کا نام نداء کے ساتھ مذکور ہے اس لیے اس کو دعا سمجھ کر و یسے ہی پڑھتا ہے۔

## احکام

ان میں صورت اولیٰ بتفصیل ذیل جائز ہے (بشرطیکہ مزار کے پاس جا کر

نداء میں استعانت محرمہ کاقصد نہ کرے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے ) کہ اگر محض سلام کے لیے یہ نداء ہو تب تو ایسی نداء نبی یا ولی کے علاوہ عامہ مؤمنین کے لیے بھی مزار کے پاس جاکر جائز ہے (یہاں سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر بصیغہ نداء الصلاۃ والسلام علیك یارسول اللہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ سلام عرض کرنا درست ہے۔ ہمارے اکابر کا اسی پر عمل ہے۔ ہدایہ کی شرح ''فتح القدیر'' کے ص ۳۳۷ ج ۲ پر ابن ہمام نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور ''زبدۃ المناسک'' کے ص ۸۹ پر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

زبدہ المناسک کی عبارت اوپر گزر چکی ہے کیونکہ روضہ اقدس پر عرض کیے ہوئے صلاۃ و سلام کو حضور ﷺ بغیر واسطہ ملائکہ کے خود سنتے ہیں اس کی دلیل من صلی علی عند قبری سمعتہ (الحدیث) ہے کیونکہ یہ حدیث بطریق ابوالشیخ صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس سند میں محمد بن مروان سدی نہیں ہے جو کہ متکلم فیہ ہے اسی وجہ سے اس سند کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: رواہ ابو الشیخ بسند جید (فتح الباری ص ۳۵۲ ج ۶)

اور علامہ سخاوی نے بھی اس سند کے جید ہونے کا حکم لگایا ہے۔ (القول البدیع ص ۱۱۶)

روضہ اقدس پر حاضری کے وقت سلام کے سننے کے متعلق بعض اہل علم کے اختلاف کا ذکر احقر نے جب حضرت مرشدی مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہم کی خدمت اقدس میں ایک خط کے ذریعہ کیا تو اس پر محدث وقت نے تحریر فرمایا:

''اس مسئلہ کا حوالہ تحریر کرتا ہوں اعلاء السنن ص۳۳۵ ج ۱۰ پر حدیث من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیاابلغته کے طرق عدیدہ مذکور ہیں اس لیے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا''۔

اور اگر سلام کے علاوہ یہ نداء ہو تو قبور انبیاء علیہم السلام کے پاس حاضر ہو کر تو اس کا جائز ہونا مطلقاً ثابت ہے کیونکہ قبر کے پاس انبیاء علیہم السلام کے سماع (سننے) میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ فتاوی رشیدیہ ص۱۱۲ پر اس کی تصریح موجود ہے۔

البتہ غیر انبیاء علیہم السلام کے لیے اسی میں احتیاط ہے کہ ان کے مزارات پر حاضر ہو کر سوائے سلام مسنون کے نداء کرنے سے عوام کو روکا جاوے۔

دوسری صورت بھی جائز ہے (اور بزرگان دین کے قصائد مدحیہ وغیرہ اشعار میں جو نداء کے طور پر خطاب پایا جاتا ہے وہ بھی اس دوسری صورت میں داخل ہے۔ محبت و شوق کے غلبہ میں انہوں نے نداء کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ جس کو نداء کی جارہی وہ دور سے بھی ہر وقت سنتے ہیں)۔

تیسری صورت ناجائز ہے کہ اس میں عقیدہ شرکیہ پایا جاتا ہے۔

چوتھی صورت اس شرط سے جائز ہے کہ وہ صیغہ کسی آیت یا حدیث میں آیا ہو جیسا کہ تشہد (التحیات) میں السلام علیك ایھاالنبی نداء کے ساتھ مذکور ہے۔

امید ہے کہ اس تفصیل سے استعانت اور نداء بالغیر کی سب صورتیں اور ان کے احکام معلوم ہو کر جائز اور ناجائز صورتوں میں امتیاز ہو گیا ہو گا۔

## اہل بدعت کے دلائل کی حقیقت

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کے مزید اطمینان کے لیے ان دلیلوں پر بھی مختصر طور سے کلام کیاجاوے جن سے اس زمانہ کے اہل بدعت استمداد و استعانت بالغیر اور نداء متعارف کے جائز ہونے پر عام طور سے استدلال کیاکرتے ہیں اور اکثر کم علم اور کم فہم لوگوں کو ان دلیلوں سے شبہات اور خلجان میں ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے اس کلام کو اگر بغور مطالعہ کیاجاوے گاتوامید ہے کہ ان دلیلوں کی حقیقت اوران کے دعویٰ کے ثبوت کے لیے ان کاناکافی ہوناواضح ہوکر سب شبہات ان شاء اللہ تعالیٰ زائل ہوجائیں گے۔

مگر مقدمہ کے طور پر یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ استمداد واستعانت بالغیر جس کو ہم منع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی مخلوق کو امور غیر عادیہ میں مطلقاً اور ایسے ہی امور عادیہ میں جب اس کو قدرت حاصل نہ رہے یا کسی مخلوق کو قادر بالذات یا مختار سمجھ کر یوں کہاجاوے کہ تم میری حاجت پوری کردو، تم میرا یہ کام بنادو۔ اور اگر ان سے اس طرح نہ کہاجاوے بلکہ خداتعالیٰ سے بذریعہ ان کے وسیلہ کے دعاکی جاوے یاان سے یہ کہاجاوے کہ تم میرے واسطے خداتعالیٰ سے دعا کردو جبکہ ان کادعاکرسکنامشاہدہ یانص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔ یہ استمداد ہمارے نزدیک ناجائزنہیں ہے اور درحقیقت اس کو کوئی ناجائزنہیں کہتااس بات کے ذہن نشین کرلینے کے بعد اب ان دلیلوں پر غور کیاجاتاہے جن کو مبتدعین زمانہ اپنے غلط مدعا پر پیش کیاکرتے ہیں۔

## دلیل (۱)

ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوحدیث پیش کی جاتی ہے جس کاحاصل

یہ ہے کہ وہ سیدنا رسول ﷺ کے پاس وضو کے لیے پانی اور ضروریات کی چیزیں حاضر کیا کرتے تھے ایک دن حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مانگ کیا مانگتا ہے''انہوں نے کہا کہ ''میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کی رفاقت مجھے نصیب ہو''۔ قال اوغیر ذٰلك قال هو ذٰلك قال فاعنی علی نفسك بكثرة السجود (مسلم ص۱۹۳ ج۱)

آپ نے فرمایا اس کے سوا اور کچھ مانگو انہوں نے عرض کیا کہ میں تو بس یہی مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اپنے نفس کے حق میں کثرت سجود سے تم میری مدد کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابی (۱) نے حضور اقدس ﷺ سے امر غیر عادی (جنت میں رفاقت) کی درخواست کی ہے مگر تفصیل گزشتہ سے واضح ہے کہ یہ صورت استمداد کی آٹھویں قسم میں داخل اور جائز ہے۔

رہا حضور ﷺ کا فرمانا مانگو اس کا مطلب محاورہ کے موافق یہی ہے کہ جو چیز ہم دے سکتے ہیں وہ مانگو نہ کہ جو چاہو مانگو سب ہمارے قبضہ میں ہے بس اس حدیث سے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ کے قبضہ میں سب کچھ ہے آپ ﷺ جس کو چاہیں دے سکتے ہیں بالکل غلط ہے، نہ ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا۔ بلکہ ظاہر یہ ہے کہ انہوں

---

(۱) یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بظاہر صحابی کا یہ مانگنا امر غیر عادی کا سوال ہے ہی نہیں جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ کے جواب فاعنی سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ اس مراد کے حاصل ہونے کا طریقہ تعلیم فرمارہے ہیں نہ یہ کہ مراد پوری کردینے کی خبر دے رہے ہیں۔ اس سے استدلال ہی درست نہیں۔ (من افادات مولانا خیر محمد جالندھری صاحب مدظلہم)

نے قرینہ حال سے معلوم کرلیا ہوگا کہ اس وقت حضور اقدس ﷺ پر خاص وقت ہے جو کچھ مانگ لوں گا حق تعالی حضور اقدس ﷺ کی برکت سے مجھے عطا فرمادیں گے چنانچہ حضرت ﷺ کا آئندہ کلام کہ ''تم کثرت سجود سے اپنے نفس کے حق میں میری مدد کرو'' اس بات کو واضح کررہا ہے کہ اس درخواست کو پورا کرنا میرے قبضہ سے باہر ہے ہاں میں اس کے لیے دعا اور سفارش سے کوشش کروں گا اور تم ۔۔۔ کثرت سجود سے کوشش کرتے رہنا۔ اگر آپ ﷺ کو اختیار تام ہوتا کہ جس کو جو چاہتے وہی دے دیتے تو اس قید کی کیا ضرورت تھی غرض کہ جنت و دوزخ میں بھیجنے کا اختیار بجز خدا تعالی کے کسی کو نہیں۔

ہاں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ باذن الٰہی شفاعت و دعا مومنین کے لیے کریں گے جو دربار الٰہی میں قبول ہوکر ان حضرات کی عزت اور ان کے مقرب ہونے کی دلیل ہوگی، پس حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے سوال سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ سیدنا رسول ﷺ پر بعض اوقات ایسی حالت ہوتی تھی کہ اس وقت آپ ﷺ جس کے لیے جو دعا فرمادیتے تھے وہ بطور معجزہ کے قبول ہوجاتی تھی جس کا نہ دوام اور ہمیشہ ہونا ضروری ہے، اور نہ اس میں انسانی طاقت کو دخل ہے جیسا کہ استعانت کی قسم نمبر۸ میں گزرا۔

اور اس حدیث ربیعہ کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق رحمہ اللہ اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کو یہ خاص حالت میسر و حاصل تھی کہ جس کے لیے جو دعا فرماویں گے قبول ہوجاوے گی۔ باقی دعاء و شفاعت کے سوا اختیار تام کا حاصل ہونا یہ مطلب حضرت شیخ کا ہرگز نہیں چنانچہ اسی جگہ فرماتے ہیں '' ہرچہ خواہد ہرکرا

خواہد باذن پروردگار خود بدہد'' (اشعۃ اللمعات ص۳۹۶ ج ا مطبوعہ لکھنو)

اس میں ''باذن پروردگار خود'' کے لفظ سے اس اختیار تام کی نفی ہو رہی ہے اور کتاب الجهاد میں تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اس مطلب کو بخوبی واضح کر دیا ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ قادر و متصرف حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں فرماتے ہیں ''و نسبت ایشاں را فعل وقدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند نہ ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا'' (اشعۃ اللمعات ص ۴۰۱ ج ۳ مطبوعہ لکھنو)

اور انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ محض دعا و شفاعت کرتے ہیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ جس استداد کو جائز فرماتے ہیں وہ وہی ہے جس کو وسیلہ کہا جاتا ہے اور ہم نے اس کا ذکر استعانت کی ساتویں قسم میں کیا ہے اس کو علماء اہل سنت منع نہیں کرتے بلکہ اس کا منکر غیر مقلد فرقہ وہابیہ ہے۔

## دلیل (۲)

دوسری حدیث حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی پیش کی جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ''ایک نابینا شخص نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر اپنی بینائی کے لیے دعا کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر اس دعا کے پڑھنے اور اس طرح درخواست کرنے کا حکم فرمایا: اللهم انی اسئلك واتوجه اليك بمحمد نبي الرحمة يامحمد انی قد توجهت بك الٰی ربی فی حاجتی هٰذه لتقضى اللهم فشفعه فی۔قال ابواسحاق هٰذا حديث صحيح ،رواه ابن ماجة واللفظ له والترمذی وقال حسن صحيح وصححه البيهقی وزاد فقام وقد ابصر''(ابن ماجة مع انجاح الحاجة)۔

اس حدیث سے استداد متعارف پر استدلال کرنا تو کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ اس

میں خداتعالیٰ سے سوال ہے بوسیلہ رسول اللہ ﷺ کے۔ اللھم فشفعه فی (الٰہی تو آپ ﷺ کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما) شفاعت کے طلب کرنے میں بالکل ظاہر ہے اور یہی استعانت کی ساتویں قسم ہے جس کو وسیلہ کہتے ہیں رہا یہ کہ اس میں آپ ﷺ کو حرف نداء کے ساتھ خطاب ہے تو یہ نداء قریب ہے کیونکہ وہ نابینا مسجد نبوی ﷺ میں دعا کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ قریب ہی وہاں تشریف فرما تھے ہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ طبرانی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد از وصال نبوی ﷺ کے بھی ایک شخص کو یہ دعا بلفظ نداء تعلیم فرمائی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ نداء کی چوتھی قسم ہے میں داخل ہے جس کو ہم جائز کہتے ہیں (نداء کی قسم نمبر ۴ دیکھیے)۔

دوسرے قاعدہ ہے کہ اگر فعل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام اصول کلیہ کے خلاف ہو تو اس فعل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تاویل کی جاتی ہے کیونکہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجتہاد میں خطا اور چوک کا ہوجانا ممکن ہے اور وصال نبوی کے بعد آپ ﷺ کو صرف نداء سے خطاب کرنا عام اصول کلیہ کے خلاف ہے اس لیے بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وصال نبوی ﷺ کے بعد تشہد (التحیات) میں بجائے السلام علیك ایھاالنبی کے صرف السلام علی النبی بحذف نداء کہتے تھے (فتح الباری ص ۲۶۰ ج ۲) لہذا حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگر وصال نبوی ﷺ کے بعد یہ دعا کسی شخص کو بلفظ نداء سکھلائی ہو تو اس میں تاویل کی جائے گی۔

## ایک شبہ کا ازالہ

درحقیقت اصول شرعیہ کے موافق قیاس کا مقتضیٰ یہی تھا جو ان بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا تھا کہ وصال نبوی ﷺ کے بعد حرف نداء کو حذف کردیا تھا لیکن

علماء مذہب نے اول تو تشہد میں اس قیاس کو اس لیے ترک کر دیا کہ حضور اکرم ﷺ تشہد کی تعلیم اس اہتمام سے فرماتے تھے جس اہتمام سے قرآن کی سورۃ تعلیم فرمایا کرتے تھے تو جس طرح آیت قرآنی میں جا بجا رسول اللہ ﷺ کو بلفظ نداء یاد کیا گیا ہے مثلاً یاایھاالرسول بلغ الخ۔ وامثالھا۔ اوران آیات میں بعد وصال نبوی ﷺ تغیر و تبدل جائز نہیں اسی طرح تشہد میں بھی تغیر کو پسند نہیں کیا گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۱) نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

فتح القدیر میں ہے: روی سعید بن منصور عن طریق ابی عبیدۃ (۲) بن عبداللہ بن مسعود عن ابیه ان النبی صلی اللہ علیه وسلم علمهم التشهد فذکره قال فقال ابن عباس انما کنا نقول السلام علیك ایها النبی اذا کان حیا فقال ابن مسعود ھٰکذا علمنا وھٰکذا نعلمه۔ (فتح الباری ص ۲۶۰ ج ۲)

مگر ظاہر ہے کہ اس دعا میں تشہد کے برابر اہتمام تعلیم نہ تھا دوسرے اس دعا

---

(۱) اور بخاری شریف ص ۹۲۶ ج ۲ پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے فلما قبض قلنا السلام علی النبی اس کو یا واقعہ جزئیہ پر محمول کیا جاوے یا ابتداء میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بعض صحابہ کی طرح صیغہ خطاب ترک کر دیا ہو جس کا ذکر بخاری شریف میں ہے پھر تامل و غور کے بعد صیغہ خطاب کو اختیار فرما لیا ہو اس کا ذکر فتح الباری میں ہے پس تعارض نہ رہا (من افادات مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ)

(۲) واعلم بان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیه قلت قد صحح الدارقطنی احادیثه من ابیه فاما ان ثبت عنده سماعه منه او عرف ان الواسطة بینهما ثقة ۱۲۔

میں اس قدر عموم نہ تھا کہ ہر غائب وحاضر کو اس کی تعلیم دی گئی ہو بخلاف تشہد کے کہ اس کی تعلیم حضور ﷺ نے ہر حاضر اور غائب کے لیے عام فرمائی تھی۔ اور بعض نمازی حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں بھی یقیناً آپ ﷺ سے دور اور غائب تھے اور وہ بھی حاضرین کی طرح ہی تشہد میں السلام علیك ایھاالنبی الخ ہی پڑھا کرتے تھے اس سے تشہد میں نداء کا جواز نص سے ثابت ہوتا ہے، بخلاف حدیث اعمٰی کے کہ آپ ﷺ کی تعلیم عام نہ تھی یہاں قیاس پر عمل کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں طبرانی و بیہقی کی روایت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال نبوی ﷺ کے بعد جس شخص کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی اس کو مسجد نبوی (۱) میں نماز اور اس دعا کے پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور وہاں سیدنا رسول اللہ ﷺ اب بھی زمانہ حیات کی طرح تشریف فرما ہیں اور مسجد نبوی میں پڑھا ہوا سلام بنفس نفیس سنتے ہیں تو اس صورت میں نداء غائب بھی لازم نہیں آئے گی اور اگر کسی نے مسجد نبوی کی قید بھی نہ لگائی ہو تو ممکن ہے کہ اس نے اس دعا میں لفظ نداء کو باتباع لفظ وارد استعمال کیا ہو اور نداء کا قصد نہ کیا ہو جیسا کہ تشہد میں محض اتباع کا قصد ہوتا ہے نہ کہ نداء کا جیسا کہ نداء کی چوتھی قسم میں گزرا۔ پس یہاں جو نداء خلاف قیاس وارد ہے لفظ حدیث کے اتباع کی وجہ سے اس جگہ تو نداء کے استعمال کی گنجائش ہے مگر عام طور پر جو دوسری جگہ نداء مروج ہے اس میں کونسی نص کا اتباع ہے؟

اگر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل پر قیاس کیا جاتا ہے تو عثمان بن حنیف

---

(۱) فقال له ابن حنیف ائت المیضاۃ فتوضأ ثم ائت المسجد الخ (انجاح الحاجہ ص ۱۰۰)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ،کیونکہ ان کا فعل خود خلاف قیاس اور قابل تاویل ہے (جیسا کہ گزرا) اور جو فعل خلاف قیاس ہوتا ہے اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور انہوں نے تو محض لفظ حدیث کی اتباع کرتے ہوئے یہ دعا بصیغہ نداء تعلیم فرمائی تھی دوسری جگہ نداء میں کونسی حدیث کا اتباع ہے ؟ البتہ جس جگہ حدیث وقرآن میں صیغہ نداء آیا ہو اس کے جائز ہونے کے ہم بھی قائل ہیں نداء کی صورت نمبر۴ کا حکم دیکھیے۔

پھر سیدنا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تو دور سے غائب کے سلام وپیام پہنچانے کے لیے فرشتے مقرر ہیں اور دوسرے اعمال بھی امت کے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بذریعہ ملائکہ پیش کیے جاتے ہیں وہ اس دعا کو بھی حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچادیں گے حضور اقدس ﷺ کے سوا کسی اور کو نداء کرنے میں یہ تاویل بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ خصوصیت کسی اور کے لیے ثابت نہیں۔

## دلیل (۳)

تیسری حدیث زید بن علی کی پیش کی جاتی ہے جس میں راستہ بھولنے والے کو یاعباد اللہ اعینونی کہنے کی تعلیم ہے اول تو یہ حدیث ضعیف ہے اور حدیث ضعیف سے احکام ثابت نہیں ہوتے بالخصوص جبکہ وہ اصول شرع کے خلاف ہو۔

عزیزی نے شرح جامع صغیر میں اس حدیث کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کرکے کہا ہے قال الشیخ حدیث ضعیف (ص۱۰۵ ج ۱) اور حاشیہ حصن حصین میں جو اس کی تحسین کی گئی ہے وہ مجرب ہونے کے اعتبار سے کی گئی ہے بقاعدہ محدثین تحسین مراد نہیں ہے اور نہ ایسی مجہول تحسین اثبات احکام

کے لیے کافی ہے کیونکہ جن بعض ثقات محدثین کی طرف تحسین منسوب کی گئی ہے ان کے نام معلوم نہیں ہیں پھر بعد تسلیم صحت اس حدیث میں نداء غائب ہے ہی نہیں کیونکہ حدیث سے اتنا معلوم ہوا ہے کہ یہ ان کو دیکھتا نہیں مگر متکلم کا نہ دیکھنا مخاطب کے دور ہونے کے دلیل نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس کی تصریح بھی ہے کہ وہ عباد اللہ (اللہ کے بندے) جنگل ہی میں حاضر ہوتے ہیں کمافی الجامع الصغیر فان للہ فی الارض حاضراً سیحبسه علیکم الخ۔ شارح عزیزی ''حاضراً'' کی شرح میں لکھتے ہیں ای خلقامن خلقه انسیا اوجنیا اوملکالایغیب(ص۱۰۵ج۱)

پس اب تو کسی طرح اس کو نداء غائب نہیں کہا جا سکتا رہا یہ کہ اس میں مخلوق سے طلب کرنا ہے تو جواب یہ ہے کہ استعانت زندہ مخلوق سے امور عادیہ میں ہے (جو عادۃً قدرت بشری یا جنی یا ملکی میں داخل ہیں مثلاً بھاگے ہوئے جانور کو روک دینا یا گم شدہ چیز کو تلاش کر دینا یا راستہ بتلا دینا وغیرہ) اور اس طرح کی استعانت ہمارے نزدیک جائز ہے۔ (استعانت کی قسم نمبر۳ دیکھیے)۔

## دلیل (۴)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار: الایارسول اللہ کنت رجاءناالخ۔ اگر ان کا ثبوت بقاعدہ محدثین ہو جائے تو ممکن ہے انہوں نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر پڑھے ہوں جس میں نداء غائب کا احتمال ہی نہیں ہے ورنہ صاف جواب یہ ہے کہ اشعار میں محبوب کو خطاب اظہار شوق و محبت کے لیے کیا جاتا ہے نداء مقصود نہیں ہوتی اسی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصود بھی نداء نہ ہوگی یہ نداء کی دوسری قسم ہے جو جائز ہے جیسا کہ گزرا۔

## دلیل (۵)

رہا ''اذ تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور'' سے اہل قبور سے استعانت کے جائز ہونے پر دلیل پکڑنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس کو بقاعدہ محدثین صحیح ثابت کیا جاوے بعد ثبوت استعانت سے مراد وسیلہ ہے یعنی قبر والوں کے وسلیہ سے دعا کیا کرو اور قبر والوں کے خاص کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے جو کہ صحاح میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ان الحی لا یؤمن علیه الفتنة کہ زندہ آدمی پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے اور جو لوگ ایمان پر وفات پا چکے ہیں ان پر یہ اندیشہ نہیں رہا نیز یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جب تم کسی امر میں پریشان ہو تو زیارت قبور سے امداد حاصل کیا کرو کیونکہ اس سے تم کو آخرت اور موت کی یاد تازہ ہوگی جس سے اعمال صالحہ کی طرف رغبت بڑھے گی اور یہ رحمت الٰہی کا سبب ہو جائے گا اس صورت میں اس حدیث کا وہی حاصل ہوگا جو آیت واستعینوا بالصبر والصلاۃ کا حاصل ہے۔

## دلیل (٦)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا واقعہ بلا سند نقل کیا جاتا ہے کہ آپ امام جعفر رحمہ اللہ کے مزار پر جاتے اور اس کے دروازے پر جھاڑو دیتے اور مجاوروں کو بخشش عطا فرماتے اور امام سے اپنے کاموں میں استعانت کرتے تھے اس کے متعلق بھی یہ عرض ہے کہ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کی گزشتہ تصریح کے مطابق یہاں بھی استعانت سے محض وسیلہ مراد ہے کیونکہ ان کے نزدیک استعانت واستمداد کا مطلب صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بوسیلہ بندہ مقرب دعا کی جاوے یا اس بندہ مقرب سے یہ عرض کیا جاوے کہ وہ حق تعالیٰ سے دعا کرے سو اس کو ہم بھی منع نہیں کرتے اور یہ جواب اس وقت ہے

جبکہ یہ واقعہ بسند صحیح ثابت ہوجاوے جو کہ تقریباً ناممکن ہے کیونکہ زمانہ تابعین و تبع تابعین تک مزاروں پر مجاوروں کے رہنے اور ان کو بخشش وغیرہ دینے کی بدعت شروع نہیں ہوئی تھی جیسا کہ اس واقعہ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا غالب گمان یہ ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

## دلیل (۷)

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ من استعان بی فی کربة کشفت عنه ومن نادانی باسمی فرجت عنه ومن توسل بی الی الله تعالٰی فی حاجة قضیت له۔ مگر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تک اس کی سند نہیں بیان کی گئی ''زبدۃ الآثار'' للشیخ دہلوی سے یہ قول نقل کیا جاتا ہے۔ یہ بات اوپر معلوم ہوچکی ہے کہ احکام کے ثابت کرنے کے لیے حدیث ضعیف بھی کافی نہیں اور اگر حدیث ضعیف اصول شرعیہ کے خلاف ہو تو بھی اس پر عمل جائز نہیں پھر ائمہ و اولیاء رحمہم اللہ کے ایسے اقوال و افعال سے احکام کیونکر ثابت ہوسکتے ہیں جو بلاسند ہوں یا سند ضعیف سے ثابت ہوں۔ بہت سے بہت ناقلین کے ساتھ حسن ظن سے کام لیتے ہوئے ان افعال و اقوال کو صحیح مطلب پر محمول کیا جاسکتا ہے چنانچہ برتقدیر تسلیم ہمارے نزدیک قول مذکور کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں خدا تعالیٰ سے میرے وسلیہ سے فریاد کرے گا اس کی مصیبت دور ہوجائے گی اور جو کوئی میرا نام لے کر خدا تعالیٰ سے اپنی تکلیف میں دعا کرے گا اس کی تکلیف زائل ہوجائے گی چنانچہ اگلا فقرہ من توسل بی الخ اس مطلب پر قرینہ ظاہرہ ہے۔ تو اس عبارت میں کشفت، وفرجت، وقضیت بصیغہ مؤنث ہیں بصیغہ تکلم نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس مصیبت اور کلفت کے زائل ہونے

اورحاجت پوری ہونے کے لیے دربارالٰہی میں دعاوسفارش کروں گااورنادانی باسمی کامطلب صرف یہ ہے کہ میرا نام لے کر خداسے دعاکرے جس کا حاصل وہی وسیلہ ہے۔اس میں سوال خداتعالی سے کیاجاتاہے چنانچہ دوسری جگہ یہ الفاظ صاف مذکورہیں ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانھاتقضی باذن اللہ یعنی میرانام لے کراپنی حاجت کوذکرکرے تووہ خداتعالی کے حکم سے پوری ہوجائے گی۔ (برکات ص۹)

## دلیل (۸)

رہایہ کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے بعض مریدوں نے ایک مرتبہ خوفناک جنگل میں یاشیخ عبدالقادرجمانی فقدت کہاتھاسواس میں اول تووہی سند کامطالبہ ہے دوسرے ممکن ہے کہ انہوں نے غلبہ شوق ومحبت سے ان کلمات کابلفظ نداء استعمال کیاہوجوجائزہے یاحالت اضطرارمیں ایسے کلمات بلااختیارصادرہوگئے ہوں ان کایہ عقیدہ ہرگزنہیں تھاکہ حضرت شیخ ہروقت ہرجگہ سے نداء سنتے ہیں اورامدادکرتے ہیں اوراس مرید کے لیے ایک سفیدپوش کاظاہرہونااورگم شدہ اونٹ بتلادیناسواس کی حقیقت شایدوہی ہوجس کاذکرعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے تحت میں شارح عزیزی سے اوپرگزرچکاہے کہ اللہ تعالی کی مخلوق میں سے بعض اللہ کے بندے جنگل میں ایسے امورکے بتلانے پرمقررہیں اوروہ جنگل میں حاضررہتے ہیں یاہوسکتاہے کہ اس شوقیہ نداء کے بعدکسی لطیفہ غیبیہ (۱) کے ظہورسے اس کی امدادبطورکرامت ہوگئی

---

(۱) لطیفہ غیبیہ سے مرادعالم ملکوت کی کوئی جوہرچیزہوتی ہے خواہ فرشتہ ہویاکوئی روح ہویااللہ تعالی کی کوئی اور مخلوق ہو۔ (الکلام الحسن ملفوظات حضرت تھانوی)

ہو مگر اس کا نہ دوام ضروری ہے نہ یہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار میں ہے کہ جب چاہیں ایسی امداد کردیں بلکہ یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے ولی کی عزت کے لیے ظاہر ہوا ہو۔

## دلیل (۹)

سید احمد مرزوق رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے شیخ ابوالعباس حضرمی رحمۃ اللہ علیہ کے سوال پر فرمایا کہ میرے نزدیک میت کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ ہاں یہی صحیح ہے کیونکہ وہ دربار حق میں پہنچ گیا سو اس قول کو استعانت مروجہ سے کچھ بھی واسطہ نہیں۔ یہاں امداد سے افاضہ روحانی مراد ہے۔ صوفیاء رحمہم اللہ کے کلام میں مدد اور امداد کا لفظ بمعنیٰ فیض اور افاضہ روحانی کثرت سے مستعمل ہوتا ہے اور ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے وفات کے بعد جو لوگ اس کے اہل ہیں خاص شرطوں کے ساتھ ان کو روحانی فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ ہم تو اس کو حرام کہتے ہیں کہ ان کو حاجت روا سمجھا جاوے یا خود ان سے یہ کہا جاوے کہ تم ہمارا یہ کام کردو باقی ان سے وسیلہ پکڑنے یا ان کی روحانیت سے فیض حاصل کرنے کو ہم منع نہیں کرتے۔

## دلیل (۱۰)

جناب علامہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ کی تفسیر مظہری سے یہ عبارت نقل کی جاتی ہے:

وقد تواتر عن كثير من الاولياء يعني ارواحهم انهم ينصرون اوليائهم ويدمرون اعدائهم الخ۔ اس کا حاصل صاف ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ سے وفات کے بعد بھی کرامت کا ظہور ہوجاتا ہے مگر ظاہر ہے کہ جس طرح زندگی میں

جس قدر کرامات ان سے ظاہر ہوتی ہیں ان میں فاعل ومتصرف اور قادر صرف حق تعالی ہے اور وہ حضرات ان کرامات کے ظہور کا محض ذریعہ اور وسیلہ ہوتے تھے اسی طرح وفات کے بعد بھی وہ خود کچھ نہیں کرسکتے بلکہ حق تعالی اپنی قدرت سے ان کی ارواح کو ظہور کرامات کا وسیلہ اور ذریعہ بنادیتے ہیں اور درحقیقت وہ حق تعالی ہی کا فعل ہوتا ہے۔ پس اولیاء اللہ تعالی سے بعد وفات کے ظہور کرامات کا ہم کو بھی انکار نہیں ہے۔

## دلیل (۱۱)

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے مکتوبات سے ایک عبارت نقل کی جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ''اسی طرح اہل حاجات اپنے زندہ اور وفات یافتہ عزیزوں سے خطرناک حوادث میں مدد طلب کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ان عزیزوں کی روحیں حاضر ہوکر ان سے بلاؤں کو دفع کردیتی ہیں'' اس میں بھی بعد وفات کرامات وخوارق کے ظہور کا بیان ہے۔

امداد طلب کرنے کا مطلب وہی ہے جو شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے استعانت واستمداد کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے یعنی وہ ان کے وسیلہ سے حق تعالی کی جناب میں امداد کے طالب ہیں اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خود ان سے حاجات مانگتے ہیں اور ارواح خود کچھ کرسکتی ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ معجزات کے بارہ میں حق تعالی کا صاف ارشاد ہے : وما کان لرسل ان یأتی بآیۃ الا باذن اللہ کہ کسی نبی میں یہ طاقت نہیں وہ بدوں حق تعالی کے حکم کے کوئی معجزہ لا سکے پھر اولیاء میں کب یہ طاقت ہے کہ وہ خود کوئی کرامت ظاہر کرسکیں یا کسی شخص کی امداد بدوں حکم خداوندی کے کرسکیں یسئلہ

من فی السمٰوٰت والارض الایۃ۔ اسی سے تمام زمین وآسمان والے سوال کرتے ہیں پس استعانت واستداد اسی سے ہونی چاہیے ہاں مقربان بارگاہ کے ساتھ وسیلہ کرنے کا کچھ حرج نہیں ہے۔

## دلیل (۱۲)

منہیہ درالمختار کی عبارت بھی پیش کی جاتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی انسان کی کوئی چیز ضائع ہوجائے اور وہ چاہے کہ حق تعالیٰ اسے واپس فرمادیں تو اس کو چاہیے کہ ایک اونچی جگہ پر روضہ (احمد بن علوان) کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور یہ کہے کہ سیدی (احمد بن علوان) میری گمشدہ چیز مجھے واپس کردو ورنہ میں تمہارا نام دفتر اولیاء اللہ نکال ڈالوں گا انتہیٰ ملخصاً۔ (برحاشیہ شامی ص۴۴۸ج۳)

یہ منہیہ غالباً کسی نے زیادہ کردیا ہے اس کو علامہ شامی رحمہ اللہ کا فتویٰ سمجھنا بالکل غلط ہے کیونکہ اس صورت میں ایک ولی کے ساتھ جس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے وہ کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں بھلا جو شخص ایک ولی سے استعانت کرے اس کو خود یہ دھمکی بھی دے کہ اگر ایسا نہ کروگے تو میں تمہارا نام اولیاء اللہ سے نکال دوں گا اس گستاخی کی کوئی حد ہے۔

علاوہ ازیں علامہ شامی نے تصریح ہے کہ: اولیاء اللہ کو متصرف سمجھنا کفر ہے۔ ومنھا انہ ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور من دون اللہ واعتقادہ ذٰلک کفر (ص۲۰۶ج۲)

اور شیخ عبدالحق رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد میں فرماتے ہیں ''ونیست ایں شاں را فعل قدرت تصرف نہ اکنوں کی درقبور اند نہ ھنگام کہ زندہ بودند دردنیا'' (ص۴۰۱ج۳)

نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مقصود ان کا اس عمل کی خاصیت بیان کرنا ہے قطع نظر جائز اور ناجائز ہونے سے جیسا کہ قول جمیل میں شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عمل واقعات کے معلوم کرنے کا لکھا ہے اور اس میں قرآن شریف پشت کی طرف بھی رکھا جاتا ہے مگر یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ قرآن شریف کو پشت کی طرف رکھنا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔

## دلیل (۱۳)

نیز علامہ خیرالدین رملی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا جاتا ہے کہ یا شیخ عبد القادر کہنا نداء ہے اور جب اس کے ساتھ شیئاللہ ملادیا جاوے تو اس میں خدا واسطے ایک چیز مانگنا ہے اس کی حرمت کا کیا سبب ہے درمختار میں ہے کذا قول شیء لله قيل كفر (ص۵۷، ج۳) اسی طرح شیئاللہ کہنے سے بعض کے نزدیک کفر ہوجاتا ہے۔ اس پر علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ینبغی اویجب التباعد عن هٰذه العبارة ان كان لايدری مايقول واما ان قصد المعنٰى الصحيح فالظاهر انه لابأس به (ص۵۷، ج۳) پس مناسب بلکہ واجب یہ ہے کہ ایسے الفاظ سے احتراز کیا جاوے کیونکہ پہلے گزر چکا کہ جن الفاظ کے کفر ہونے میں اختلاف ہے ان میں توبہ واستغفار وتجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ کہنے والے کو یہ نہ معلوم ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں (اور اس کا مطلب کیا ہے) اور اگر صحیح معنٰی (کو جانتا ہو اور اسی) کا قصد کرتا ہو تو بظاہر اس میں حرج نہیں، اھ۔

اس حالت میں عوام کو شیئاللہ کہنے کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے جو صحیح اور غلط معنٰی میں فرق نہیں سمجھتے بالخصوص اگر اس کے ساتھ

یاشیخ عبد القادر بھی ملادیاجاوے جب توکفر(۱) کاقوی اندیشہ ہے کیونکہ عوام حضرت غوث اعظم ودیگراولیاء اللہ رحمہم اللہ کواسی اعتقاد کے ساتھ نداء کرتے ہیں کہ وہ متصرف ہیں سب کچھ کرسکتے ہیں اور جوکوئی ان کوپکارتا ہے اس کی بات ہروقت سنتے ہیں علامہ شامی رحمہ اللہ اس کوکفر فرماتے ہیں جیساکہ اوپرگزرا۔

مولاناعبدالحی لکھنوی قدس سرہ اپنے فتاویٰ میں یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ کے وظیفہ کی نسبت ارشادفرماتے ہیں :

''ثانیاًازیں جہت کہ ایں وظیفہ متضمن است کہ ندائے اموات راازامکنہ بعیدہ شرعاًثابت نیست کہ اولیاء راقدرتے است کہ ازامکنہ بعیدہ ندارابشنوندالبتہ سماع اموات سلام زائرقبرراثابت است بلکہ ایں کہ کسے غیرحق بحانہ راحاضروناظروعالم خفی وجلی درہروقت وہرآن است اعتقادکندشرک است درفتاویٰ بزازیہ می نویسدتزوج بلاشہودوقال خدائے ورسول خدافرشتگان راگواہ کردم یکفرلانہ اعتقدان الرسول والملک یعلمان الغیب وقال علماءنامن قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفرانتہی ۔ وحضرت شیخ عبدالقادراگرچہ ازاجلہ اولیاء امت محمدیہ ہستندومناقب وفضائل شاں لاتعدادولاتحصی اندلیکن چنیں قدرت شاں کہ فریادراازکہ امکنہ بعیدہ بشنوندوبفریادرسندثابت نیست واعتقادانیکہ آنجناب ہروقت حال مریدان خودمی دانندوندائے شاں می شنونداز عقائد شرک است واللہ اعلم'' (ص ۱۳۳ج ۴مع الخلاصہ)

---

(۱)حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب قدس سرہ اپنی کتاب ''ارشادالطالبین'' میں فرماتے ہیں :آنچہ جہال می گویندیاشیخ عبدالقادرجیلانی شیئاللہ یاخواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاللہ کفروشرک است۔

فتاویٰ بزازیہ کی اس عبارت سے یہ امر صاف طور پر واضح ہو گیا کہ پیروں کی روحوں کو حاضر ناظر سمجھا کہ سب کچھ جانتی سنتی ہیں عقیدہ کفر ہے اس عقیدہ کی وجہ سے ہم یاشیخ عبد القادر شیئاللہ کے وظیفہ سے منع کرتے ہیں اور اس کی حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں۔

## دلیل (۱۴)

یہ بھی نقل کیاجاتا ہے کہ حضرت محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو بعد از نماز شیئاللہ یاحضرت سلطان سنجرہ ایک سوتیرہ مرتبہ پڑھنے کہ اجازت دیا کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی بزرگ کا فعل شریعت کے خلاف معلوم ہوتا ہو تو نیک گمان کی بنا پر اس میں تاویل کرکے اس بزرگ کے ساتھ بدگمانی سے روکا جائے گا لیکن حکم شرعی کو کسی حال میں اس کے فعل کے تابع نہیں کیاجائے گا کیونکہ اولیاء اللہ اتباع شریعت کے مکلف ہیں شریعت ان کے افعال کے تابع نہیں پس اگر تسلیم کیاجاوے کہ یہ واقعہ صحیح ہے تو ممکن ہے کہ حضرت محبوب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس نداء کو غلبہ شوق و محبت پر محمول کرکے جائز سمجھا ہو اور جن مریدوں کو اس کی اجازت دی ہو وہ ان کے نزدیک خوش عقیدہ اور خوش فہم ہوں جن کی نسبت ان کو یہ شبہ نہ ہوا ہو کہ یہ لوگ اس نداء میں حضرت سلطان کے متصرف اور حاضر ناظر ہونے کا اعتقاد کریں گے لیکن اس تاویل کا یہ مطلب نہیں کہ ان الفاظ کا استعمال ہر شخص کے لیے جائز ہو گیا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی بزرگ سے یہ منقول ہو کہ انہوں نے ایک تولہ سنکھیا کھالیا تھا سو اس سے کسی شخص کو یہ فتویٰ دینا جائز نہیں کہ سنکھیا کھانا جائز ہے بلکہ ہر عاقل یہی کہے گا کہ سنکھیا کھانا تو حرام ہے مگر ان بزرگ کے پاس کوئی ظاہری یا باطنی تریاق ہو گا جس کی وجہ سے ان کو یقین تھا کہ مجھ کو سنکھیا نقصان نہیں دے گا اس

لیے انہوں نے ایسا کیا۔ دوسروں کے لیے اس کا کھانا حرام ہی رہا اسی طرح یاشیخ عبد القادر شیئاللہ کا وظیفہ اگر کسی بزرگ سے منقول ہو تو ان کے فعل میں تاویل کی جاوے گی مگر دوسروں کو منع ہی کیا جاوے گا کیونکہ ایسے کلمات کے ممنوع ہونے کے لیے معنیٰ کفر کا موہم ہونا ہی کافی ہے اگرچہ اس کے صحیح معنیٰ بھی بن سکتے ہوں۔

دیکھیے قرآن پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''راعنا'' کہنے سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ اس کے معنیٰ اگرچہ عربی زبان میں ہماری مصلحت کی رعایت فرمایے اچھے ہیں مگر یہودیوں کی عبرانی زبان میں ''راعنا'' احمق کو بھی کہتے ہیں اور اس کے یہ معنیٰ برے تھے گو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا استعمال اچھے معنیٰ کے قصد سے ہی کرتے تھے اور برے معنیٰ کا ان کے حاشیہ خیال میں بھی کہیں گزر نہیں ہو سکتا تھا مگر پھر بھی چونکہ یہودیوں کے برے معنیٰ کا وہم اس کو سن کر ہو سکتا تھا اور وہ اس کو اپنی تائید بنا سکتے تھے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کلمہ استعمال کرتے ہیں تو ہم بھی اس کو استعمال کریں گے اس لیے ایسے کلمہ کا استعمال اچھے معنیٰ کے قصد سے بھی روک دیا گیا جس کے اندر کسی کے غلط معنیٰ مراد لینے کا احتمال تھا، معلوم ہوا کہ اگر کسی کے فعل مباح سے کوئی دوسرا شخص سند لے کر خلاف شرع معنیٰ کے قصدے سے وہی کام کرنے لگے تو اس فعل مباح کو صحیح معنیٰ کے قصد سے بھی منع کر دیا جائے گا۔ فافہم۔

درمختار میں ہے کہ دعا میں بمقعد العزمن عرشك کہنا ممنوع ہے علامہ شامی رحمہ اللہ اس کے تحت میں لکھتے ہیں ان مجرد ایھام المعنیٰ المحال کاف فی المنع من التکلم بھٰذا الکلام وان احتمل معنیً صحیحاً (شامی ص۳۴۸ ج۵)

وظیفہ مذکور اور یا شیخ عبدالقادر مع غیرہ کا بھی یہی حال ہے کہ موہم شرک ہونے کی وجہ سے اس کو منع کیا جائے گا، ناظرین اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ آج کل عام لوگ استعانت واستمداد اور نداء غیراللہ میں کیسے کیسے شرک اور کفر تک پہنچانے والے عقیدوں میں مبتلا ہیں اس صورت میں ایسے کلمات کی ان کو کیونکر اجازت دی جاسکتی ہے جن میں ظاہر الفاظ سے کفر کا وہم ہوتا ہے پس ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم استعانت واستمداد اور نداء مروجہ زمانہ حال سے عام وخاص سب کو منع کرتے ہیں البتہ وسیلہ کو جائز کہتے ہیں جس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے اور بزرگوں سے اگر کوئی بات اس قسم کی ثابت ہوتی ہے تو اگر ان کی ولایت تسلیم شدہ ہو تو ان کے فعل میں تاویل کر کے بدگمانی کو ان سے دفع کر دیتے ہیں اور حکم شرعی میں کسی طرح تغیر وتبدل نہیں کرتے۔

هٰذا واللہ ھو المسؤل لان یثبتنا وایاکم علی الصراط المستقیم ویرزقنا وجمیع المسلمین حبه وحب نبیه الکریم وحب اصحابه واولیاء امته ویجمعنا معھم فی دار النعیم والحمد للہ وحده وعلٰی خیر البریة افضل الصلٰوة والتسلیم وعلٰی آله واصحابه واولیاء امته اجمعین دائماً ابدا آمین۔

''خلاصۃ الارشاد'' کی تسہیل کا کام کل بعد از مغرب شروع کر کے آج بتاریخ ۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ بروز جمعہ بوقت ساڑھے نو بجے دن چند گھنٹوں میں بحمداللہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچا اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی اصل کی طرح نافع اور قبول فرمائیں آمین۔

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ
مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

# دارالعلوم کراچی میں چندروز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ بمطابق فروری ۱۹۸۶ء میں عرصہ پندرہ سولہ سال کے بعد کراچی کے سفر کا موقع میسر آیا۔ کئی مرتبہ ملاقات پر عزیزان مکرمان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد تقی عثمانی سلمہا کراچی آنے کے لیے اصرار کرتے اور خود بھی دل کا تقاضہ ہوتا، مگر امراض کا ہجوم اور دوسرے اعذار کے سبب دور دراز سفر کی فرصت نہ ملتی اور نہ ہی ہمت ہوتی۔

گزشتہ دنوں میں جامعہ اسلامیہ امدادیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر فیصل آباد مفتی محمد رفیع عثمانی سلمہ سے ملاقات ہوئی اور ایک شب وہاں اکٹھے رہے۔ موصوف نے ایسے طریقہ پر کراچی کے سفر کے لیے کہا کہ احقر کے دل پر ان کی یہ بات اثر کر گئی اور اسی وقت سے سفر کا پختہ عزم کرلیا۔ مفتی صاحب موصوف کی دلی محبت اور جوش نے اس قدر کشش دکھلائی کہ

ع کچے تاگے میں بندھے آئیں گے سرکار مرے

کا منظر دکھلا دیا۔ کہ یہ نحیف و ناتواں مجموعہ امراض وادویہ اتنے طول وطویل سفر کے لیے نکل کھڑا ہوا۔

پہلے ایک عریضہ برخوردار عبدالقدوس سلمہ سے لکھوایا کہ ۱۵/ فروری سے یکم مارچ تک کے عرصہ میں آپ دونوں بھائیوں کا کہیں سفر تو تجویز

نہیں ہے ؟ جواب نفی میں آنے کے بعد ۲۲/ فروری صبح ساہیوال سے بذریعہ کار سرگودھا پہنچے اور ۲/ بجے سپر ایکسپریس کے ڈبہ سلیپر جس میں چھ آدمیوں کی گنجائش تھی سوار ہو گئے ۔ اس ڈبہ میں بیت الخلاء اور پانی کا انتظام اندر ہی تھا بحمد اللہ تمام نمازیں باجماعت بڑی سہولت کے ساتھ اپنے وقت پر ادا ہوتی رہیں۔ اسی سہولت کی وجہ سے ہی اتنا گراں قیمت ٹکٹ خریدا گیا تھا، ایک نماز کے لیے بعض ساتھیوں نے کہا کہ پلیٹ فارم پر نماز ادا کرلی جائے تو میں نے کہا کہ نہیں گاڑی میں ہی اطمینان سے نماز ادا ہوتی ہے۔ پلیٹ فارم پر طبیعت میں خلجان ہی رہتا ہے سکون سے نماز ادا نہیں ہوتی ۔ چنانچہ ہم ڈبہ میں ہی نمازیں ادا کرتے رہے۔

**نصیحت آمیز واقعہ**

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا ایک مرتبہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے ہوئے تھے ، احقر مع چند رفقاء برائے زیارت وملاقات خدمت اقدس میں ٹوبہ حاضر ہوا۔ کئی روز حاضری میسر رہی اور حضرت مولانا مرحوم کی واپسی پر دوسرے حضرات کے ساتھ اسٹیشن تک بھی ہمراہی کی دولت حاصل ہوئی اور ساتھ ہی ٹوبہ پلیٹ فارم پر نماز مغرب باجماعت حضرت مولانا مرحوم کی اقتدا میں ادا کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی چونکہ اثنائے جماعت میں گاڑی پلیٹ فارم پر آچکی تھی اس لیے حضرت مولانا مرحوم نے فرض کے سلام کے بعد فرمایا سنتیں گاڑی میں سوار ہو کر ادا کریں گے کہ اس میں زیادہ سکون سے ادا ہوں گی ۔ حضرات اہل اللہ کو سکون قلب اور کمال نماز کا کس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ سفر وحضر میں ہر وقت اسی کی فکر رہتی ہے۔

**مولانا محب اللہ مہاجر مکی خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ**

ٹوبہ کے پلیٹ فارم پر حضرت مولانا محب اللہ مہاجر مکی کا یہ واقعہ بھی حضرت

مولانا مرحوم نے بیان فرمایا تھا کہ جب وہ ہندوستان آئے تھے تو ریل کے فرسٹ کلاس ڈبہ میں کئی مقامات پر تشریف لے گئے تھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کو اسٹیشن پر لے گیا (اسٹیشن کا نام احقر کو یاد نہیں رہا) تو میرے دل میں خطرہ گزرا کہ اتنا زیادہ کرایہ بھر کر ایسے پرتکلف ڈبہ میں سفر کرنے کی اہل اللہ کو کیا ضرورت ہے۔ مناسب حال تو سادہ وضع ہی معلوم ہوتی ہے۔ میرے دل میں یہ خطرہ آنا تھا کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میں نے یہ اتنا خرچ محض نمازوں کی سہولت کے لیے کیا ہے۔

سبحان اللہ، اللہ والوں کی کیا شان ہے کہ دنیا کی راحت وآرام بھی اگر وہ حاصل کرتے ہیں تو اس کے اندر بھی دین ہی مقصود ہوتا ہے، گویا وہ دنیا کے زہر کو دین کے تریاق سے مار کر مدبر بنا لیتے ہیں اور ہمارا حال اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دین کو بھی اپنی اغراض مذمومہ کو ملا کر دنیا بنا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوں کے نقش قدم پر چلنے اور ہر قدم پر دین کو مقدم کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں، آمین۔

**سفر کا مقصد**

احقر کے اس سفر کا مقصد زیارت بزرگاں اور لقائے احباب کے سوا کچھ اور نہیں تھا۔ زیارت بزرگاں میں حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب دام معارفہم (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ) کی ذات بابرکات اس دور میں بڑی ہی نعمت کبریٰ ہے۔ اس نعمت کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

ملاقات احباب میں دار العلوم کراچی کے مفتی محمد رفیع و مولانا محمد تقی عثمانی کے علاوہ کئی اساتذہ کرام اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب مہتمم جامعہ فاروقیہ،

حکیم محمد اختر صاحب، مولانا مفتی رشید احمد صاحب، قاری محمد شریف صاحب تھانوی وغیرہ کئی احباب شامل تھے۔ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد چونکہ ٹنڈو اللہ یار حاضری نہیں ہو سکی تھی اس لیے ٹنڈو اللہ یار کے دار العلوم الاسلامیہ میں حاضری اور جناب محبی مولانا مفتی وجیہہ صاحب زادفیوضہم اور صاحبزادہ عزیزم مولوی محمد مرتضیٰ سلمہ کی ملاقات بھی سفر کا ایک اہم مقصد تھا۔

۲۲ر گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد اگلے روز ۱۱ر بج کر ۵۰ منٹ پر سپر ایکسپریس آٹھ سو میل کا سفر طے کر کے بخیر و خوبی کراچی کے پلیٹ فارم پر پہنچ گئی۔ ہم نے اپنا سامان اتار لیا، اسی فکر میں تھے کہ سامان باہر لے چلیں پھر ٹیکسی کے ذریعہ دار العلوم پہنچیں، اچانک برخوردار عبدالقدوس کے دو عالم دوست جو دار العلوم کراچی میں درجہ تخصص افتاء میں فتاویٰ کا کام سیکھ رہے ہیں استقبال کے لیے پلیٹ فارم پر پہنچ گئے اور انہوں نے پیغام دیا کہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی رئیس دار العلوم خود بھی تشریف لا رہے ہیں اس پیغام سے بندہ عاجز کی پشیمانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ان عزیزان طلبا کرام جن کا علماء کی فہرست میں شمار ہو چکا ہے تشریف لانا ہی ہمارے استقبال کو پر تکلف بنا رہا ہے اب اس میں کوئی کمی رہ گئی تھی جس کو پورا کرنے کا اہتمام جناب صدر دار العلوم کریں گے۔

## کراچی اسٹیشن پر صدر دار العلوم کی تشریف آوری

اسی انتظار میں تقریباً ایک گھنٹہ اسٹیشن پر ہی وقت گزرا۔ وقفہ وقفہ سے اسٹیشن سے دار العلوم فون بھی وہ عزیز طلبا کرتے رہے وہاں سے بھی یہی معلوم ہوا کہ جناب صدر صاحب دار العلوم سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ یہ گمان کر کے کہ شاید ان کو کوئی ضروری مشغولی پیش آ گئی اس لیے نہ آ سکے ٹیکسی کرایہ پر لے کر

سامان رکھ کر چلے ہی تھے کہ جناب مدیر صاحب بڑی سرعت کے ساتھ اپنی کار سے جس کو خود ہی چلا رہے تھے اترے اور اسٹیشن کی طرف تیزی سے لپکے، ہمارے استقبالیہ کے طلبا بھی عقاب کی نظر رکھتے تھے مدیر موصوف کی کار کو دیکھتے ہی پہچان لیا، انہوں نے فوراً اپنی کار کو واپس کرایا جو چند قدم ہی فاصلہ طے کر سکی تھی۔

حضرت محترم نے سلام و معانقہ کے بعد اپنے تاخیر سے پہنچنے کی وجہ بڑی دلچسپ بیان کی کہ میں ایک کام کے لیے دکان پر گیا تھا وہاں سے اسٹیشن پر فون کرتا رہا، اسٹیشن والے گاڑی گھنٹوں کے حساب سے لیٹ بتلاتے رہے یہاں تک کہ پلیٹ فارم پر گاڑی پہنچ گئی مگر اسٹیشن والے ایسے خواب غفلت میں رہے، ان کے نزدیک ابھی گاڑی کئی گھنٹہ لیٹ ہی ہے۔ یہ تو خیر ہوئی کہ مدیر دارالعلوم گھنٹہ کے بعد اسٹیشن پر پہنچ گئے اور ہم ان کے شکار ہو گئے یا ہمارے عقابی نظر استقبالیہ کی نظر کے نیچے مدیر صاحب آگئے ورنہ تو صدر صاحب کو ہمارے اسٹیشن پر نہ ملنے سے بڑی پریشانی لاحق ہوتی۔ ادھر اہل خانہ کو تشویش ہوتی کہ وہ کہاں ہیں۔ خیر الحمد للہ طرفین پریشانی سے تو بچ گئے لیکن احقر اس ذرۂ بے مقدار کی اس قدر عزت افزائی پر بے حد پریشان اور خجل تھا کہ ایک ادارہ کا مدیر با تدبیر ہی نہیں بلکہ مفتی بھی اور مفتی اعظم پاکستان اور مرشد اعظم کا جانشین کئی میل کار چلا کر خود اسٹیشن پر لینے کے لیے قدم رنجہ فرمائیں۔ احقر نے معذرت کے ساتھ عرض کیا کہ آپ نے خود کیوں قدم رنجہ فرمائی کی تکلیف فرمائی عزیز طلبا تو آہی گئے تھے، احقر نے تو خط میں بھی لکھوا دیا تھا کہ خود اسٹیشن پر تشریف لانے کی زحمت نہ فرمائی جائے؟ تو فرمانے لگے کہ زحمت کیا ہوتی مجھے خوشی چڑھ رہی تھی کہ وہ آئیں اور میں لے کر آؤں۔

اصل میں یہ تواضع اور فروتنی کی صفت، پرتو ہے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کا، پھر ثمرہ ہے علم صحیح کا۔

ع نہد شاخ پر میوہ سر برزمیں

کہ جس کے اندر صحیح علم کا جوہر ہوتا ہے اس کے بوجھ سے اس کا سر نیچا ہو جاتا ہے۔

اور یہی تواضع علم کا زیور ہے، جس سے علم کی زینت بڑھتی اور علم مزین ہوتا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

مگر یہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی بات تھی کہ اس زمانہ کی ''خوئے گدا'' تواضع تھی۔ اس زمانہ میں تو ہمارے جیسے گداؤں کی ''خو'' تواضع کی بجائے کبر وغروری ہے، علم وفضل سے خالی اور تہی دامن ہونے کے باوجود گردن ''فرازاں'' اور غرور ہمارا شعار بن چکا ہے، تصنع اور بناوٹ نے سادگی اور بے تکلفی کی جگہ پر قبضہ جمالیا ہے، اسی لیے باہمی مودّت واخوت کے رشتہ منقطع ہوتے جارہے ہیں اور اتحاد واتفاق کے الفاظ بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں۔

کار چلاتے ہوئے مولانا محمد رفیع صاحب کہنے لگے کہ میں نے ڈرائیونگ باقاعدہ سیکھی ہوئی ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کسی عالم کے پاس گاڑی دیکھتے تو بہت خوش ہوتے تھے اگر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس گاڑی کو میرے پاس دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ اور یہ ایک خواب کی تعبیر ہے جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں میں نے دیکھا تھا کہ جس ماڈل اور رنگ کی گاڑی دیکھی تھی اسی طرح کی گاڑی اللہ نے دیدی حالانکہ خواب کے زمانہ

میں وہ ماڈل مروج نہیں تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ نامہ اعمال جب پیش ہوتے ہوں گے تو ان شاء اللہ خوش ہوتے ہوں گے۔

## نعمائے دنیوی نعمائے اخروی کا نمونہ ہیں

دراصل اہل اللہ دنیا کی نعمتوں کو آخرت کی نعمتوں کا نمونہ سمجھتے اوران کے دیکھنے کا آئینہ بنا لیتے ہیں اوران دنیوی نعمتوں سے اس حیثیت سے نفع اندوز ہوتے ہیں کہ وہ نعمتیں صانع عالم تعالیٰ کی صناعی کی مظاہر بن جاتی ہیں اوران میں صانع کا حقیقت بین نگاہیں نظارہ کرنے لگ جاتی ہیں بخلاف ہمارے جیسی کوتاہ بین نظروں کے کہ ہماری نظریں مظاہر پر ہی الجھ کر رہ جاتی ہیں اوران کی حقیقت تک رسائی نہیں ہوتی۔

ایک صوفی نے شوربہ میں پانی ملادیا تھا تو ایک بزرگ نے اس کو ''طفل طریقت'' فرمایا تھا کہ عطاء حق کی ناقدری اور تجلی الٰہی کو برباد کرتا ہے۔ وہ تجلی مذکر ہے نعماء آخرت کی۔ چنانچہ فقہاء کرام نے جن کو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ حکماء امت میں شمار فرماتے ہیں اس حقیقت کو خوب سمجھا ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے چار انگل مرد کے لیے ریشم کے جواز پر جو عقلی دلیل پیش کی ہے اس کے الفاظ اس حقیقت پر واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں فرماتے ہیں: لتکون انموذجا لحریر الجنۃ۔

درحقیقت کھانے پینے اور طعام ولباس نیز طرز معاشرت میں سنت یہی ہے کہ وقت پر جو مل جائے اس کا استعمال بطیب خاطر ہو، بڑھیا مل جائے تو عطائے خداوندی سمجھ کر اس کا حق شکر ادا کرے اس پر فخر نہ کرے اس کے چھننے سے لرزاں وترساں رہے، اپنے کو اس کا مستحق نہ سمجھے اس

پر ان شاء اللہ مصداق لئن شکرتم لازیدنکم کے نعماء الٰہی کی زیادتی کی امید ہے اور اگر کم درجہ کی گھٹیا ملے تو بھی بڑھیا ملنے کی فکر میں نہ پڑے اسی پر قناعت وصبر سے کام لے اور عین حالت تمول و تنعم میں فقر وفاقہ کے لیے خود کو تیار اور آمادہ رکھے۔

دار العلوم کے مہمان خانہ میں پہنچ کر عزیز محترم مولانا محمد تقی عثمانی سلمہ سے ملاقات ہوئی بڑی خوشی و مسرت کا اظہار کیا اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہوگیا نماز کے بعد بڑے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں ان کی جائے نشست سے ہٹ کر ایک خوان پر کھانا لگایا ہوا ملا، اور ہم نے دونوں بھائیوں کے ساتھ بہت ہی پر تکلف اور گوناگوں کھانا کھایا۔

## دفع دخل مقدر

کھانے کے درمیان دفع دخل مقدر کے طور پر مفتی محمد رفیع سلمہ نے کہا کہ اصل میں تو یہ لکڑی کا بڑا خوان اس لیے بنایا گیا تھا کہ ''مجلس تحقیقات مسائل حاضرہ'' میں کتابوں کو بے ادبی سے بچانے کے لیے اس پر رکھ لیا جایا کرے گا، مگر پھر بوجہ سہولت کے اس کا کھانے میں بھی استعمال ہونے لگا، اور اس میں کرسی وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے تشبہ بھی نہیں ہوتا۔ اور جس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیان ہے کہ: ماأکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان الخ۔ اس میں ایسی چیزوں کا ہی ذکر ہے جس پر سب کا اب عمل ہے۔ مثلاً اس میں ہے: ولافی سکرجة ولاخبزله مرقق۔ ظاہر ہے کہ اب چھوٹی پیالیوں میں سب کھاتے ہیں اور باریک چپاتی بھی بلانکیر استعمال ہوتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پسندیدگی کا بھی ذکر آیا، یا اس کا ذکر آیا کہ اس کی گنجائش نکل رہی ہے۔

## ایک واقعہ

احقر نے عرض کیا کہ جب احقر دار العلوم دیو بند میں پڑھتا تھا تو ایک شادی کی تقریب سے جانسٹھ جانا ہوا (غالباً یہ شادی مولانا عبدالقدوس صاحب رومی مفتی آگرہ (ہندوستان) کے برادر مکرم مولانا عبدالرحمن جامی کی تھی ) وہاں اسی طرح خوان پر کھانا چنا گیا تو اس وقت بھی اس حدیث کا تذکرہ آیا تھا اور مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مرحوم سابق ناظم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون بھی اس مجلس میں موجود تھے اور یہی طے ہوا تھا کہ وہ خوان اٹھا دیا گیا تھا اور اس پر کپڑے کا دستر خوان بچھوایا گیا تھا۔

احقر کی عرض کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل کھانے کے آداب میں سے اس کا اہتمام بھی ہے کہ کھانے کی طرف احتیاج کا اظہار ہو، اسی لیے بیٹھنے سے پہلے ہی کھانا لگانا اور کھانا اٹھانے سے پہلے اٹھ جانا خلاف ادب ہوگا کہ ان دونوں صورتوں میں کھانے کا ادب ملحوظ نہیں رہتا۔ پہلی صورت میں کھانے کا محتاج الیہ ہونے کی بجائے اس کا محتاج ہونا لازم آتا ہے گویا کھانا کھانے والے کا محتاج اور منتظر ہو رہا ہے اور دوسری صورت میں کھانے سے عملاً استغناء اور بے التفاتی کا اظہار ہو رہا ہے، کہ اس کو چھوڑ کر چل دے۔

ادب یہ ہے کہ کھانے سے پہلے اس کی احتیاج کا اظہار اس کے انتظار کے ساتھ کیا جائے اور کھانے کے بعد غیر مودع ولا مستغنیٰ عنہ ربنا کہتے ہوئے پہلے کھانا اٹھالیا جائے اس طرز عمل میں کھانے کی تعظیم و تکریم زیادہ ظاہر ہوتی ہے اسی طرح جب کھانا اونچے خوان پر رکھا ہوا ہوگا تو اس کی طرف احتیاج کا اظہار اس سے کم ہوگا اور اس کی طرف کم درجہ کے جھکاؤ کی ضرورت ہوگی بخلاف اس کے کہ زمین پر دستر خوان کے اوپر کھانا رکھا ہوا ہوگا تو اس صورت میں

کھانے کی طرف اچھی طرح جھکاؤ ہوکر پورے طور پر عملاً کھانے کی طرف احتیاج ظاہر ہوگی، اس طرح زیادہ عاجزی اور بندگی کا اظہار ہے۔ اس کے بعد پھر دسترخوان فرش پر ہی بچھتا رہا۔

اثنائے گفتگو میں احقر کی آمد پر اظہار مسرت کے ضمن میں ذکر آیا کہ اچھا آپ آئے ہیں بعض مسائل میں بھی مشورہ ہوجائے گا۔ احقر نے عرض کیا کہ ماشاء اللہ یہاں پر اہل علم کا بہت بڑا مجمع اور وسیع کتب خانہ موجود ہے یہ احقر تو کم علمی کے ساتھ مریض اور کم فہم بھی ہے۔ البتہ استفادہ کا محتاج اور علمی مذاکرہ کا شائق ہے۔ مولانا محمد رفیع سلمہ نے ہنس کر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا مقولہ نقل کیا کہ مولوی کو مفت میں کوئی روٹی نہیں دیتا۔ مجھے اس پر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے سفر کا ایک واقعہ یاد آگیا اور میں نے یہ ذیل کا واقعہ سنایا۔

### حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا واقعہ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ دونوں حضرات مع دوسرے بعض حضرات کے ہم سفر تھے۔ سیوہارہ کے اسٹیشن پر گاڑی پہنچی وہاں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو لینے کے لیے بعض احباب تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے بھی اترنے کے لیے عرض کیا۔ حضرت رحمہ اللہ نے ناسازی طبیعت کا عذر فرمایا اس پر ان حضرات نے عرض کیا کہ آپ سے ہم وعظ نہیں کہلائیں گے، آپ حضرت شیخ کے ساتھ صرف اتر جائیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بغیر وعظ کہے تو روٹی کھاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے (حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی طرف التفات نہیں ہوا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تو وعظ نہیں فرمایا کرتے) اپنی عادت کے مطابق بے ساختہ یہ عذر فرمادیا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے

بڑی متانت اور برجستگی سے فرمایا کہ ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں کہ بے وعظ کہے روٹیاں کھاتے ہیں ۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کو اب احساس ہوا ، فرماتے ہیں کہ ایسی ندامت ہوئی کہ معذرت بھی نہ کر سکا۔

اسی مجلس طعام میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے سفر میں ایک ہوٹل پر کھانے کا ذکر بھی آیا کہ میز پر کھانے کی بجائے پیڑھیوں کو جوڑ کر تخت بنایا گیا تھا اور ثقہ لوگوں کی طرح اس پر بیٹھ کر کھانا کھایا گیا تھا۔ میز کرسی میں تشبیہ کے مسئلہ کا بھی کچھ ذکر آیا کہ اب یہ طریقہ عام ہوگیا ہے اس میں تشبہ نہیں رہا، مگر ثقہ لوگوں کی وضع اور طریقہ سنت کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت میں انشراح نہیں ہے بلکہ اس سے ضیق پائی جاتی ہے۔

اسی طرح یہ مجلس خاصی ہلکی پھلکی علمی مجلس بن گئی اس کے بعد ہم مہمان خانہ میں آگئے اور عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ وغیرہ کے مزار پر جو کہ مسجد کے جانب مغرب قریب ہی احاطہ میں ہے حاضر ہوئے فاتحہ خوانی اور دعا کے بعد مہمان خانہ میں آگئے اور مغرب تک حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی عنایتوں اور شفقتوں کا ذکر آتا رہا۔ مولانا محمد رفیع اور مولانا محمد تقی سلمہا اس مجلس میں شریک رہے۔

اپنی تمام تر تعلیمی ، تصنیفی اور دیگر مشغولیتوں کے باوجود ان دونوں عزیزان گرامی قدر نے احقر کے پاس تشریف لانے اور خاطر و تواضع کرنے کا جس قدر اہتمام رکھا اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ناکارہ اس قدر خاطر مدارات کا ہرگز مستحق نہیں تھا مگر یہ عزیزان گرامی کی اپنی موروثی تواضع اور فیاضی کے مظاہر تھے ، جزاہم اللہ تعالیٰ خیراً۔ کثرت مشاغل کے باوجود دن میں دو مرتبہ مہمان خانہ میں تشریف

لانے کا اہتمام فرماتے اور بہت دیر دیر تک تشریف رکھتے پھر یہ بھی کہتے رہتے کہ زیادہ پاس بیٹھنے کا موقع نہیں مل رہا، مجھے نہایت شرمندگی ہوتی کہ جتنی دیر اس ناکارہ کے پاس بیٹھے ہو وہ کسی دوسرے اہم کام میں گزرتا البتہ احقر کو ان کی گفتگو سے کئی طرح کی مفید معلومات حاصل ہوتی تھیں اس لیے میں بادل ناخواستہ ان کے بیٹھنے کو اپنے فائدہ کے لیے برداشت کرتا رہا۔

## مزارات اکابر پر حاضری

دوشنبہ کو مزارات اکابر پر حاضری کا ارادہ ہوا تو مفتی محمد رفیع صاحب سلمہ نے اپنی گاڑی مع ڈرائیور کے ہمارے سپرد کردی اور ہم ظہر کے بعد شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ شیخ الاسلام کے مزار پر جاہ وجلال کا منظر تھا اور علامہ کے مزار پر خستگی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) اور مولانا ظہور الحق صاحب (والد گرامی مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ) کے مزارات پر بھی حاضری دی اور بہت آسانی کے ساتھ سوسائٹی کے قبرستان میں مل گئے ایک مسجد کی نشانی احقر کو یاد تھی۔ ۲۳، ۲۴ سال کے بعد حاضری ہوئی تھی اس مسجد کی نشانی سے بہت سہولت کے ساتھ مزار انور پر پہنچ گئے۔ بڑے رعب وجلال کے آثار معلوم ہو رہے تھے، مسجد میں دوگانہ بھی ادا کرنے کی توفیق ہوئی، فاتحہ خوانی کے ساتھ دوگانہ کا ثواب انہی کی ارواح کی نذر کردیا گیا۔

پھر پاپوش نگر کے قبرستان حاضری دی وہاں مغالطہ لگا کہ دوسرے دروازہ سے داخل ہوگئے اور بہت چکر لگایا مگر مطلوبہ مزارات نہ مل سکے۔ آخر

بسیار تلاش کے بعد دوسرے دروازے کے بالکل متصل داخل ہوتے ہی دائیں جانب مرشدی حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری اور مرشدی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا شبیر علی تھانوی رحمہم اللہ برادرزادہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ وغیرہ کے مزارات ایک ہی احاطہ میں ہیں۔ اول الذکر دونوں حضرات کی قبروں پر پتھر بھی نصب ہیں احاطہ کے دروازہ میں داخل ہوتے ہی سامنے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے نام کے پتھر پر جب نظر پڑی تو بے ساختہ گریہ طاری ہوگیا اور بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا۔ کیا عظمت و امتیازی شان عطا فرمائی گئی ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ظاہری حیات کی طرح ہی علماء کرام میں بڑے عظیم مقام پر فائز ہیں البتہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کی قبر سے تواضع اور فنائیت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

سلام اور فاتحہ خوانی اور دعا کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے بالین پر پتھر لگانے کی جگہ نہیں تھی اس لیے بجانب مشرق پتھر لگایا گیا ہے جو کہ امتیازی شان کا مظہر ہے۔ آپ کی قبر کے مواجہ میں کھڑے ہوکر سلام عرض کیا گیا۔ پھر میں نے کہا کہ عام اموات کے سماع میں اگرچہ اختلاف ہے، ہمارے اکثر اکابر کا رجحان سماع کی طرف ہے اور پھر دعا بھی کی گئی ہے ان شاء اللہ اب تو امید سماع کی غالب ہوگئی ہے۔

## حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری

وفات یافتہ بزرگوں کے مقابر کی زیارت کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور زندہ بزرگ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت فیوضہم العالیہ (خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) کی مجلس بابرکت میں حاضری کی سعادت

اور کلمات طیبات کے سننے کا شرف حاصل ہوا، سلام عرض کیا حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے نام کے توسط سے تعارف کرایا گیا۔ فرمایا کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا کہ ملاقات و زیارت کے لیے۔ مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ ''یہ جواب لاجواب ہے''۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں یہ طریقہ تھا کہ اپنے آنے کی غرض ملاقات کے وقت فوراً بتلادی جاتی تھی ورنہ تو گرفت ہوتی تھی۔ اور سفر کے اغراض میں سب سے زیادہ جو غرض حضرت کو پسند تھی وہ ملاقات تھی، کیونکہ ملاقات و مجلس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا دوسری باتوں کا بدل تو خط وغیرہ کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ مگر ملاقات تو حاضری کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ دربار اشرفیہ میں حاضر ہونے والوں کے اغراض پر اکثر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نقض فرمادیا کرتے تھے مگر جب کوئی شخص اپنے حاضر ہونے کی غرض زیارت و ملاقات بتلاتا تھا تو حضرت اس کو پسند فرماتے تھے کہ ہاں ملاقات بغیر سفر کے اور حاضری کے نہیں ہوسکتی۔ اس لیے احقر نے بھی اسی سبق سے سہارا لیا اور بے ساختہ زبان سے یہی نکلا اور حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم نے بھی اس کو ''لاجواب'' قرار دیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ کی مجلس بڑی پر اثر اور قلوب کی باطنی اصلاح کے لیے نہایت مفید ہوتی ہے۔ اس روز رحمت خداوندی کا دریا بہہ رہا تھا۔

ڈاکٹر مولانا قاری خلیل احمد تھانوی

# تواریخ وفات

مولانا سید عبدالصبور ترمذی خلف الرشید حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہما

برادرم مولانا عبدالقدوس ترمذی لاہور تشریف لائے تو انہوں نے محبت بھرا شکوہ کیا کہ تم نے ابھی تک بھائی عبدالصبور مرحوم کی تواریخ وفات تحریر نہیں کیں ، اور ساتھ ہی حکم بھی دیا کہ جلد مرتب کر کے بھیج دو تاکہ ماہ نامہ ''الحقانیہ'' کے حالیہ شمارہ میں طبع کی جاسکیں۔

امتثال امر میں احقر نے یہ چند تواریخ وفات مرتب کی ہیں جن میں سن ہجری وعیسوی کے اعتبار سے اعداد حروف سے تواریخ وفات نکلتی ہیں لیکن اگر ان تواریخ وفات کو مذکورہ ترتیب کو ذہن میں رکھتے ہوئے پڑھیں تو لطف دوبالا ہو جائے گا۔

(۱) سب سے پہلی تاریخ میں ایک ضابطہ کلیہ کا تذکرہ ہے کہ جو اس دنیا میں آئے گا اس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

(۲) دوسری تاریخ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مولانا عبدالصبور بھی ان فنا ہونے والوں میں سے ہیں۔

(۳) تیسری تاریخ میں ہے کہ وہ ایک ولی زادہ اور مفتی اعظم کے بیٹے تھے۔

(۴) چوتھی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک قابل مفتی کے بڑے بھائی تھے۔

(۵۔۶) پانچویں اور چھٹی تاریخ میں بتایا گیا ہے کہ وہ اکابرین کے تلامذہ میں سے تھے۔

(۷۔۸) ساتویں تاریخ میں اشارہ ہے کہ وہ ایک بے نیاز سے آدمی

تھے لیکن پورے محلہ کے لیے ایک رہنما کا کردار ادا کرتے تھے جس کا اشارہ آٹھویں تاریخ میں ہے۔

(۹) تاریخ اس بندہ مرحوم کے لیے نیک فال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سلامتی نازل فرمائیں۔

(۱۰) دسویں تاریخ میں بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھا۔

(۱۱) گیارہویں تاریخ میں اشارہ ہے کہ دنیا میں مصائب و آلام پر صبر کا بدلہ یہ جنت ہے۔

(۱۲) بارہویں تاریخ میں حکم ہے کہ راضی خوشی اپنے رب کی طرف چلو۔

(۱۳) تیرھویں تاریخ میں بشارت ہے کہ تمہاری دل پسند چیزیں وہاں ملیں گی۔

(۱۴) چودہویں تاریخ میں اجازت کی بشارت ہے کہ اللہ کے عطاء کردہ پاکیزہ رزق میں سے کھاؤ پیو اور اللہ کا شکر کرو۔

(۱۵) پندرہویں تاریخ میں بشارت ہے کہ ان جیسے نیک لوگوں کے لیے اللہ کے یہاں بلند درجات ہیں۔

(۱۶) سولہویں تاریخ میں پسماندگان کے لیے خبر ہے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

(۱۷) سترہویں تاریخ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ جنت میں جس مقام پر ان کا قیام ہے وہ رہنے کی بہترین جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تواریخ وفات کو مرحوم کے لیے نیک فال پسماندگان کے لیے صبر و تسلی کا باعث اور احقر کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

# تواریخ وفات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) قدقال اللہ جل علمہ کل نفس ذائقۃ الموت

۴۷۹ ۱۰۳۳ = ۲۰۱۲ء

(۲) فانی عبد الصبور بن مولانا سید عبد الشکور

۵۴۶ ۸۸۷ = ۱۴۳۳ھ

(۳) ولی زادہ مولانا عبد الصبور انتقال کرگئے

۵۰ ۵۴۲ ۸۴۱ = ۱۴۳۳ھ

(۴) آہ مولانا عبد الصبور یک برادر بزرگ مفتی عبد القدوس

۵۳۹ ۶۶۶ ۸۰۷= ۲۰۱۲ء

(۵) یک ادیب عبد الصبور شاگرد مولانا رسول خان

۴۵۲ ۱۵۶۰ = ۲۰۱۲ء

(۶) بندہ کامران مولوی عبد الصبور شاگرد مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۳۷۳ ۴۹۷ ۱۱۴۲ = ۲۰۱۲ء

(۷) بندۂ بے نیاز عبد الصبور بن مولانا سید عبد الشکور

۱۴۱ ۴۰۵ ۸۸۷= ۱۴۳۳ھ

(۸) ہادی کوچہ مولانا سید عبد الصبور استاد جامعہ حقانیہ ساہیوال

۵۴ ۶۰۷ ۷۷۲ = ۱۴۳۳ھ

(۹) فقدقال جل قولہ سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا

۴۸۹ ۱۵۲۳ = ۲۰۱۲ء

(۱۰) قال اللہ جل امرہ　فوقاھم اللہ شر ذلك الیوم

۴۷۶　۱۵۳۶ = ۲۰۱۲ء

(۱۱) فانما قال اللہ جل علمہ　وجزاھم بماصبروجنۃ وحریرا

۵۴۷　۸۸۶ = ۱۴۳۳ھ

(۱۲) ولقد قال جل علمہ　ارجعی الی ربك راضیۃ

۴۴۹　۱۵۶۳ = ۲۰۱۲ء

(۱۳) قد قال جل علمہ　ولکم فیھا ماتشتھی انفسکم

۴۱۳　۱۵۹۹ = ۲۰۱۲ء

(۱۴) فقال جل قولہ　کلوامن طیبات مارزقناکم واشکروا اللہ

۳۸۵　۱۶۲۷ = ۲۰۱۲ء

(۱۵) فقد قال عزوجل　فالئك لھم الدرجات العلی

۴۳۱　۱۰۰۲ = ۱۴۳۳ھ

(۱۶) قد قال اللہ جل کلامہ　فھوفی عیشۃ راضیۃ

۴۳۰　۱۵۸۲ = ۲۰۱۲ء

(۱۷) لقد قال اللہ جل قولہ　حسنت مستقرا ومقاما

۵۰۵　۱۵۰۷ = ۲۰۱۲ء

خلاصہ کلام　خلیل احمد تھانوی

۸۱۷　۱۱۹۰ = ۲۰۱۲ء

۱۱ ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

مولوی محمد آصف چنیوٹی

# جامعہ حقانیہ کا ۵۸واں سالانہ جلسہ تقسیم اسناد

فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ کے لگائے ہوئے عظیم دینی گلشن جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں طلبہ کے تعلیمی سال کے اختتام پر سالانہ جلسہ گزشتہ چھپن برس سے منعقد ہو رہا ہے، اس سال بھی حسب سابق یہ سالانہ تبلیغی واصلاحی جلسہ مؤرخہ ۱/۲/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۲/۲۳/جون ۲۰۱۲ء کو جامعہ حقانیہ کے ناظم اعلیٰ استاذ العلماء حضرت مولانا صالح محمد صاحب دامت برکاتہم استاذ الحدیث جامعۃ المعارف الشرعیہ ڈیرہ اسماعیل خان کی سرپرستی میں منعقد ہوا، جس میں ملک بھر سے جید علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔

جلسہ کی پہلی نشست شہر کی قدیم و عظیم جامع مسجد حقانیہ میں منعقد ہوئی جس میں نماز جمعہ سے قبل حضرت مولانا قاری محمود احمد رحیمی صاحب مدظلہم مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان کا بیان ہوا۔ حضرت نے بڑا ہی پراثر بیان فرمایا، خطبہ جمعہ حضرت مولانا صالح محمد صاحب ارشاد فرمایا اور اس کے بعد نماز جمعہ کی امامت بھی کرائی۔

جلسہ کی دوسری نشست میں بعد نماز مغرب جامعہ حقانیہ میں منعقد ہوئی جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہم مہتمم دار العلوم عید گاہ کبیر والا نے اصلاحی بیان فرمایا۔

جلسہ کی تیسری نشست ۲/شعبان بروز ہفتہ بعد نماز ظہر منعقد ہوئی، جس میں حضرت علامہ مولانا عبدالغفار تونسوی مدظلہم نے شان صحابہ اور رد رافضیت

کے موضوع پر بہت ہی عمدہ اور مفصل ومدلل بیان فرمایا، اس نشست میں اہل شہر کے علاوہ قرب وجوار کے دیہاتوں سے عوام کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔

جلسہ کی چوتھی اور آخری نشست بعد نماز عشا منعقد ہوئی جس میں ابتدائی بیان حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم ڈپٹی سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان ومہتمم مدرسہ فاروقیہ راولپنڈی نے مدارس کی ضرورت واہمیت، افادیت پر بڑا ہی عمدہ بیان فرمایا ، ماشاء اللہ حضرت مولانا مدظلہم کا بیان نہایت جامع مفید اور مؤثر تھا، اس کے بعد حضرت مولانا طاہر مسعود صاحب مدظلہم نے جامعہ کا تعارف پیش کیا۔

اس کے بعد درجہ تخصص فی الفقہ سال دوم اور مشکوٰۃ شریف سے فارغ ہونے والے علماء کرام وطلبہ کی دستار بندی ہوئی ،اور درجہ حفظ وکتب کے طلبہ میں اسناد تقسیم کی گئیں۔

آخری بیان سے قبل حضرت صدر جامعہ حفظہ اللہ نے تشریف آوری پر علماء کرام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا، منتظمین کی کوششوں کو سراہا۔

اس کے بعد ابن سفیر ختم نبوت حضرت مولانا محمد الیاس چنیوٹی صاحب مدظلہم العالی نے رد قادیانیت کے حوالہ سے بیان فرمایا اور انہی کی دعا پر یہ سالانہ جلسہ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس جامعہ اور تمام دینی اداروں کو ہمیشہ قائم ودائم رکھیں اور ان کے فیض کو عام وتام فرمائیں

فقیہ العصر مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ

# الاستفتاء

## وارجلکم بکسر لام قراءت کی تحقیق

قول خداوند کریم :فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا برؤسكم وارجلكم میں بکسر لام کی قراءت متواترہ ہے یا شاذہ ؟ بحوالہ کتب ارشاد فرمائیں۔

### الجواب وهو الملهم للصدق والصواب

قال العلامة الشامی :القرآن الذی تجوزیه الصلاة بالاتفاق هو المضبوط فی مصاحف الائمة التی بعث بها عثمان رضی الله عنه الی الامصار وهو الذی اجمع علیه الائمة العشرة وهٰذا هو المتواتر جملة وتفصيلاً فما فوق السبعة الی العشرة غیر شاذ وانما الشاذ ماوراء العشرة وهو الصحیح ۔وتمام تحقیق ذٰلك فی فتاویٰ العلامة القاسم (شامی ج ا ص ۴۵۳)

قال فی غیث النفع فی القراءة السبع مذهب الاصولیین وفقهاء المذاهب الاربعة والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحة القراءة و لاتثبت بالسند الصحیح غیر المتواتر الخ ۔فالشاذ مالیس بمتواتر وکل مازاد الآن علی القراءات العشرة فهو غیر متواتر (حاشی سراج القاری ص ۱۸)

ان دونوں عبارتوں سے واضح ہے کہ ائمہ سبعہ بلکہ عشرہ کی قراءتیں متواتر ہیں

اور شاذ وہ قراءت ہے جو متواتر نہ ہو اور قراءت عشرہ کے علاوہ جو قراءت ہے وہ شاذ ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہوگیا تو اب وارجلکم بکسرلام کی قراءت کے بارہ میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ قراءت بھی فتح لام یعنی بالنصب کی قراءت کی طرح ہی متواتر ہے، اور قراءت بالجر اور قراءت بالنصب کے تواتر میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔ قراءت بالجر کو شاذ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس کے روایت کرنے والے قاری قراء سبعہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی قراءت متواتر ہے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنے قصیدہ لامیہ میں فرماتے ہیں: وارجلکم بالنصب عم رضاعلا۔

اس کی شرح میں علامہ ابن القاصح لکھتے ہیں: ثم اخبران المشار الیھم بعم والراء والعین فی قولہ عم رضاعلاوھونافع وابن عامر والکسائی وحفص قرؤاوارجلکم الی الکعبین بنصب اللام فتعین للباقین القراءت بخفضھا (سراج القاری ص۱۹۸)

''غیث النفع ''میں ہے: (وارجلکم)قرأ نافع والشامی وعلی وحفص بنصب اللام عطفاًعلٰی وجوھکم والباقون بالخفض عطفاًعلٰی برؤسکم والمرادبالمسح فیھاالغسل والعرب تقول تمسحت للصلاۃ ای توضأت لھا (حاشیہ سراج القاری ص۲۰۰)

ائمہ قراءت کی ایسی تصریحات کے علاوہ ائمہ تفسیر نے بھی دونوں قراءتوں کو مشہور و متواتر قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر جلالین کے مقدمہ میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ اس تفسیر میں قراءت مشہورہ پر تنبیہ کی جائے

گی ان کے الفاظ یہ ہیں: وتنبیه علی القراءات المخلفة المشهورة (ص۲)

پھر ارجلکم میں دونوں قراءتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:

وارجلکم بالنصب عطفاً علی ایدیکم والجر علی الجوار (ص۹۳)

اس پر علامہ الجمل ارقام فرماتے ہیں: وفی السمین قرأ نافع وابن عامر والکسائی وحفص عن عاصم ارجلکم بالنصب وباقی السبعة وارجلکم بالجر الخ۔ (ج ا ص ۴۶۷)

اس کے بعد چار توجیہات کی ہیں قابل دید بحث ہے۔

کتاب "املاء مامن به الرحمٰن "لابی البقاء میں بھی قراءت بالجر کو قراءت بالنصب کی طرح ہی مشہور لکھا ہے فرماتے ہیں: ویقرأ بالجر وهو مشهور ایضا کشهرة النصب وفیها وجهان احدهما انها معطوفة علی الرؤس فی الاعراب والحکم مختلف فالرؤس ممسوحة والارجل مغسولة وهو الاعراب الذی یقال هو علی الجوار ولیس بممتنع ای یقع فی القرآن لکثرته فقد جاء فی القرآن والشعر فمن القرآن قوله تعالیٰ "وحور عین"علی قراءة من جروهو معطوف علیٰ قوله"باکواب واباریق"۔ (حامش الجمل ج۲ ص ۳۹۱)

تفسیر خازن میں ہے: وسبب هٰذا الاختلاف اختلاف القراء فی هٰذا الحرف فقرأ نافع وابن عامر والکسائی وحفص عن عاصم وارجلکم بفتح اللام عطفاً علی الغسل ۔۔۔۔وقرأ ابن کثیر وابوعمر وحمزة وابوبکر عن عاصم وراجلم بکسر اللام عطفاً علی المسح (ج۲ ص۱۹)

تفسیر کبیر میں ہے:حجة من قال بوجوب المسح مبنی علی

القرائتين المشهورتين في قوله وارجلكم فقرأ ابن كثيروحمزة وابوعمروعاصم في رواية ابي بكرعنه بالجروقرأنافع وابن عامر وعاصم في رواية حفص عنه بالنصب الخ (ج ۔۔ ص۵۴۶)

تفسیر خازن اور تفسیر کبیر میں ائمہ سبعہ میں سے ان ائمہ کا نام بھی صرحتاً بتلادیا گیا ہے جن کی قراءت بالجر ہے۔ یہ قراء ابن کثیر، حمزہ، ابوعمراور عاصم سے ابوبکر کی روایت ہے۔ یعنی حضرت امام عاصم کے ایک شاگرد حفص نے اپنے استاذ امام عاصم سے نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور امام عاصم کے دوسرے شاگرد ابوبکر نے جر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور جس طرح حفص کی روایت بالنصب نافع، ابن عامر، علی الکسائی کی قراءت بھی ہے اسی طرح ابوبکر کی روایت بالجر ابن کثیر ابوعمر بصری حمزہ کوفی کی بھی قراءت ہے۔

قراء سبعہ میں سے جتنے قاری نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں اتنے ہی قاری جر کے ساتھ پڑھتے ہیں پھر ایک کو متواتر اور دوسری کو شاذ کہنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

اول تو عشرہ میں سے، پھر ایک راوی کی روایت متواتر ہے اگر قراءت بالجر کسی راوی کا تفرد بھی ہوتا تو پھر بھی وہ قراءت متواترہ ہوتی اور یہاں تو سبعہ میں سے برابر برابر قاری نصب اور جر کو پڑھتے ہیں اس میں تو ادنیٰ درجہ میں بھی قراءت بالجر کے تواتر میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے اگر اس طرح قراءت متواترہ میں شبہات پیدا کر کے ان کو قراءت شاذہ بنایا جائے گا تو قراءت بالنصب کا بھی متواتر ہونا ثابت نہیں کیا جاسکتا یہ دونوں قرائتیں یقیناً متواترہ ہیں۔

جن لوگوں نے یہ کہہ دیا ہے:

''غیر متلو قراءت کا لفظ اس قراءت سے نہ مقابلہ کرسکتا ہے اور نہ

مخالفت۔ لہٰذا متواترہ قراءت کے مطابق ہوناہی ثابت ہوتا ہے'' (اہل سنت پاکٹ بک ص۳۸۷)

یہ قطعاً غلط اور غیر تحقیقی بات ہے قراءت متواترہ کو غیر متلو کہنے کا کیا مطلب ہے ؟ ایک روایت کے مطابق اعراب لگنے کی وجہ سے اس کی تلاوت زیادہ ہونے سے کیادوسری متواتر قرائتیں غیر متلو ہوگئیں ؟ ہرگز نہیں یہ ایک عامیانہ مغالطہ ہے شہرت اور تواتر کامدار ہمارے کثرت سے پڑھنے پر نہیں ہے بلکہ ائمہ تک ان کے بطریق شہرت وتواتر پہنچنے پر ہے جو قراءت اس زمانہ میں مشہور ومتواتر ہو چکی وہ ہمیشہ مشہور ومتواتر ہی رہے گی خواہ اس کو اب ساری دنیا ترک کردے اور جو قراءت اس وقت شاذ تھی اب اس کے اختیار کر لینے سے وہ مشہور نہیں ہوجاتی۔

اس کی نظیر حدیث مشہور ومتواتر ہے کہ ائمہ حدیث تک جو حدیث جیسی سند کے ساتھ پہنچی وہ اسی طرح بعد میں سمجھی جائے گی اگر مشہور حدیثوں کا پڑھنا پڑھانا بند ہوجائے تو وہ حدیثیں شاذ نہیں ہوجائیں گی بلکہ بدستور مشہور رہیں گی اور جو حدیثیں ضعیف سند کے ساتھ یا بطریق خبر واحد کے روایت کی گئی ہیں ان کو بعد میں شہرت حاصل ہوجانے سے مشہور کا درجہ حاصل نہیں ہوجائے گا البتہ تلقی امت بالقبول کی وجہ سے وہ قابل احتجاج ہوجائیں گی مگر سند کے اعتبار سے وہی درجہ رہے گا جو قرن اول میں ان کو حاصل تھا۔ فافهم وتفكر فانه دقيق وبالتفكر حقيق۔

## نماز میں ارسال ید کے متعلق مذہب مالکی کی تحقیق

(۲) حضرت امام مالک رحمہ اللہ ارسال ید کے نماز میں قائل ہیں یا نہیں؟
تو اس کے متعلق حوالجات پر غور کرلیا جائے:

بدایۃ المجتہد میں ہے: اختلف العلماء فی وضع الیدین احدھما علی الاخریٰ فی الصلاۃ فکرہ ذٰلک مالک فی الفرض واجازہ فی النفل ورأی قوم ان ھٰذا الفعل من سنن الصلاۃ وھم الجمہور الخ (ص۱۳۷ج۱)

اس سے امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب واضح ہو رہا ہے کہ فرض اور نفل میں فرق فرماتے ہیں فرض میں ارسال اور نفل میں وضع کو اختیار فرماتے ہیں مگر اشہب نے دونوں میں امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ شرح مؤطا امام مالک میں نقل کرتے ہیں: وروی اشھب عن مالک لابأس بہ فی النافلۃ والفریضۃ وکذاقال اصحاب مالک المدنیون وروی معرف وابن الماجشون ان مالکا استحسنہ .........وروی ابن القاسم عن مالک الارسال وصارالیہ اکثر اصحابہ الخ (ص۴۹ج۱)

لیکن ارسال پر بڑا اشکال یہ ہوتا ہے کہ کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے خود اپنے موطا میں روایت فرمایا ہے: من کلام النبوۃ اذالم تستحیی فاصنع ماشئت ۔ووضع الیدین احداھما علی الاخریٰ فی الصلاۃ یضع الیمنٰی علی الیسریٰ وتعجیل الفطر والامتیناء؟؟بالسحور وقولہ یضع الیمنٰی علی الیسریٰ من قول مالک لیس من الحدیث (زرقانی ص۴۸ج۲)

اس سے ان کا مذہب وضع الیمنٰی علی الیسریٰ معلوم ہوتا ہے۔

''معارف السنن'' (ص۴۳۵و۴۳۶ج۲) پر یہ بحث اسی طرح ہے جس

طرح اوپر لکھی گئی ہے۔

''اعلاء السنن'' (ص۱۴۱ ج۲) پر ''رحمۃ الامۃ'' للشعرانی سے نقل فرمایا ہے :واجمعوا علی انه لیس وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ الافی روایة عن مالك وهی المشهورة انه یرسل یدیه ارسالاً وقال الاوزاعی بالتخییر۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں :وعن مالك روایتان احدٰهما یضعهما تحت صدره والثانیة یرسلهما ولایضع احدٰهما علی الاخریٰ وهٰذا روایة جمهور اصحابه وهی الاشهر عندهم الخ (ص۳، ا ج ا)

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ ہدایہ میں جو حدیث ان من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرة کے بعد فرمایا ہے وهو حجة علی مالك فی الارسال (ص۸٦ ج ا) اس کا یہ جواب درست نہیں کہ'' صاحب ہدایہ کو مغالطہ ہوا امام مالک کا یہ مذہب ہرگز نہیں'' (پاکٹ بک ص۴۰۰) کیونکہ ان کے مذہب میں ارسال کی روایت بھی ہے جیسا کہ اوپر گزرا بلکہ ان کے جمہور اصحاب کا مذہب ارسال ہی ہے اور یہی روایت امام مالک رحمہ اللہ سے مشہور ہے البتہ یہ اعتراض درست اور قوی ہے کہ مؤطا میں ان سے ارسال کی روایت نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف وضع کی روایت ہے۔

اسی طرح یہ جواب بھی صحیح نہیں کہ'' صاحب ہدایہ کی مراد مالک سے دوسرا مالک ہے جو کہ مذہباً شیعہ ہے'' (ص۴۰۰) صاحب ہدایہ کو اگر مغالطہ لگ گیا تھا تو کیا ان سب ناقلین مذہب کو دھوکہ لگ گیا جنہوں نے ان کے مذہب کی ایک روایت ارسل کو نقل کیا ہے جن میں خود ان کے مذہب کے بڑے بڑے ثقہ

اور علماء متبحرین شامل ہیں؟

دوسری یہ بات بھی قابل فہم نہیں ہے کہ صاحب بدایہ اہل سنت کے اختلافی مسائل کو بیان کرتے کرتے ایک شیعہ (مالک) کے مذہب کی تردید کے درپے کیوں ہوجاتے۔ پھراس جواب سے مخلصی بھی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے بھی یہ روایت ارسال کی موجود ہے۔ اس کا کیاجواب دیاجائے گاکیاان کو بھی شیعہ بنایاجائے گا؟

اس وقت اس بات کی تحقیق نہیں ہوسکی کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بازو نکل جانے کی وجہ سے ارسال ید مشہور ہوگیا، بظاہر یہ تاویل صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ ان کے مذہب کے ناقلین نے ارسال ید کی وجہ اور سبب ان احادیث کو بنایاہے جن میں وضع ید کاذکر نہیں آیا۔ چنانچہ بدایۃ المجتہد میں ہے:

والسبب فی اختلافھم انه قداجاء ت آثارثابتة نقلت فیھاصفة صلاته علیه الصلاة والسلام ولم ینقل فیھاانه کان یضع یده الیمنٰی علی الیسرىٰ (ص۱۳۷ج۱)

اور یہ سبب کچھ معقول بھی نہیں ہے کہ بازو نکل جانے کاواقعہ مشہور ہو اورامام کاعذر معلوم ہواس کے باوجودان کی طرف ارسال کوبطور مذہب منسوب کردیاگیاہو۔ واللہ اعلم بحقیقة الحال والیه المرجع والمآب۔

سیدعبدالشکور ترمذی عفی عنہ

مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہی وال ضلع سرگودھا

۱۵ / رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

مولانامحمدآصف چنیوٹی

# اخبار الجامعہ

۱۸/ رجب المرجب :حضرت مدظلہم نے جامعہ حقانیہ للبنات میں تمام درجات کاآخری درس دیااورآخرمیں دعاکرائی ۔ ۱۹حضرت مدظلہم نے مدرسہ امدادیہ فتحیہ للبنات سلانوالی میں بخاری شریف کاآخری درس دیا۔ ۲۰:حضرت مدظلہم مدرسہ حفصہ للبنات پٹھان کوٹ میں مشکوٰۃ شریف کاآخری درس دیااوردعافرمائی ۔ ۲۱حضرت مدظلہم جامعہ اشرفیہ لاہورتشریف لے گئے اورحضرت اقدس مولاناسالم قاسمی صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند(وقف)انڈیاسے ملاقات فرمائی ۔ ۲۵ :وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت طلباء وطالبات کے سالانہ امتحان شروع ہوئے جامعہ کے طلباکاسنٹرجامعہ محمودیہ سرگودھابنااورہرسال کی طرح طالبات کا سنٹر جامعہ حقانیہ ہی بنا۔اللہ پاک تمام طلباء وطالبات کوکامیاب فرمائیں ۔ ۲۹/جامعہ حقانیہ میں طلباء کاسالانہ تقریری امتحان ہوا۔

یکم شعبان المعظم :جامعہ حقانیہ کاسالانہ دوروزہ تبلیغی اصلاحی جلسہ منعقد ہوا جس کی مکمل کارروائی شامل اشاعت ہے ۔ ۳ :حضرت مدظلہم نے مولوی اسعداللہ عمرصاحب کی دعوت پرپھول نگرمیں جلسہ عام سے بیان فرمایا۔ ۶:حضرت مدظلہم نے چک نمبر۲۷میں تکمیل حفظ قرآن کی تقریب سے بیان فرمایا۔ ۷ :حضرت مدظلہم نے جامعہ حقانیہ للبنات میں چالیس روزہ فہم دین کورس کے آغازکے موقع پربیان فرمایا۔ ۱۴ :حضرت مدظلہم دوروزہ اصلاحی دورہ پرمری ،اسلام آباد، پنڈی تشریف لے گئے اورمختلف مقامات پربیانات ہوئے۔

# اعـــلان داخلہ برائے درجہ تخصص فی الافتاء

جامعہ حقانیہ (ساہیوال سرگودھا) میں درجہ تخصص کے داخلوں کی درخواستیں ان شاء اللہ تعالیٰ مؤرخہ ۹/شوال ۱۴۳۳ھ تا۱۳/شوال ۱۴۳۳ھ وصول کی جائیں گی۔ بعدازاں تقریری اور تحریری امتحانات لیے جائیں گے جن میں کامیاب ہونے والے طلبہ میں سے دس طلبہ کامیابی کی ترتیب سے داخلہ کے لیے منتخب کیے جائیں گے امیدوار حضرات سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل امور ذہن نشین فرمالیں:

(۱) صرف وہ طلبہ داخلے کے لیے تشریف لائیں جو وفاق المدارس یا کسی مستند دینی درس گاہ سے دورہ حدیث کے امتحان میں جید جدا درجے میں کامیاب ہوئے ہوں۔ اور کشف الدرجات اور قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی ہمراہ لائیں۔

(۲) صاف ستھری اردو اور عربی کتابت پر دسترس ہونا بھی داخلے کیلئے ضروری ہے۔

(۳) تخصص فی الافتاء میں داخلہ کے بعد دو سالہ نصاب پورا کرنا لازم ہوگا۔

(۴) داخلہ کے لیے ضروری ہے کہ امیدوار کی وضع قطع شریعت کے مطابق ہو۔

(۵) تحریری امتحان کے دو پرچے ہوں گے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا پرچہ: مشکاۃ المصابیح، نورالانوار، اور ہدایہ ثالث سے متعلق ہوگا۔

دوسرا پرچہ: صرف، نحو، اصول حدیث وتفسیر وغیرہ مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہوگا۔

(۶) تقریری امتحان میں عبارت کی درستگی، عقائد ونظریات اور افہام وتفہیم کی صلاحیت اور طرز تکلم خاص طور پر ملحوظ ہوں گے۔

برائے رابطہ: 048-6786002/03213439428-0332-7548814-0301-4843429

